اے ۔بی ۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

فون نمبر دارالعلوم : ۴ قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار فون نمبر رہائش : ۲

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۱۶ شعبان ۱۴۰۱ھ

شمارہ نمبر : ۹ جون ۱۹۸۱ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک ۔ پاکستان میں سالانہ /۲۵ روپے فی پرچہ /۲.۵۰ روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مظلوم افغانستان

اور علماء کرام کے لئے لمحہ فکریہ

ایمان ویقین اور غیرت وحمیت کی سرزمین افغانستان آج سرخ کفر کمیونزم کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ اخلاقی اور انسانی قدروں کا دشمن روس اپنے بے ضمیر ننگ ملت ننگ وطن ننگِ قوم کارندوں اور ایجنٹوں کے ذریعہ اور درپردہ خود ہی اس سرزمینِ مقدس کو اسلام کے متوالے علماء ومشائخ، اہلِ دین اور اہلِ درد غیور مسلمانوں کیلئے جہنم کدہ بنا چکا ہے۔ دین اور شعائرِ دین ایک ایک کرکے مٹائے جارہے ہیں۔ دوسری طرف حمیّت اسلامی اور غیرتِ ایمانی سے سرشار اور جذبۂ جہاد وسرفروشی سے مالامال اربابِ عزیمت وجہاد ہیں جو سب کچھ لٹا کر دینِ حق کی حفاظت اور اہلِ کفر کے تعاقب واستیصال میں سربکف ہوچکے ہیں اور میدانِ کارزار میں مصروفِ جنگ وجہاد ہیں۔ ان لوگوں کے پاس مادی وسائل ہیں نہ ظاہری اسبابِ فتح وکامرانی البتہ صرف اور صرف نصرت ایزدی پر یقین واذعان ہی انکا سرمایہ ہے۔ اور یہی سرمایۂ غیبی آج بھی ـــ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله کے مطابق ان ضعفاء مجاہدین اور مستضعفین مہاجرین کی عزیمت واستقامت کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ مگر کیا جان نثاری اور سرفروشی اور یہ مومنانہ جہاد وجہد صرف افغانستان کے علماء ومشائخ اور مسلمانوں کا فریضہ ہے۔؟ کیا کمیونسٹوں کی سفاکانہ قسطائیت اور شرمناک وحشت وبربریت کا مقابلہ صرف افغانستانی مجاہدین کے بس میں ہے۔؟ اور کیا یہ صرف ان کی ذمہ داری ہے۔؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ روس صرف افغانستان پر قناعت نہیں کرے گا؟ بلکہ وہ اس انقلاب کو افغانستان کے پڑوسی ممالک بالخصوص پاکستان کیلئے ایک ذریعہ اور وسیلہ سمجھتا ہے۔ خدانخواستہ وہ گرم پانیوں کو پہنچ کر دم لے گا۔ اور کیا خلیج عرب اور آگے چل کر مرکزِ اسلام جزیرۃ العرب اس کے ننگ وناز سے محفوظ رہے گا۔

کمیونزم کا پاکستان کے اردگرد منڈلانے والا سرخ سیلاب اور سرحد وبلوچستان کے دروازوں پہ یہ دستک، کیا پاکستان اور پورے عالمِ اسلام کو جگانے اور جھنجھوڑنے کیلئے کافی نہیں۔ افغانستان کا معاملہ اگر داخلی معاملہ ہے تو پھر کشمیر وقبرص، ایریٹریا اور فلسطین اور ہندوستان کی مظلوم ومقہور مسلم اقلیت پر بھی عالمِ اسلام کو سوچنے اور بولنے کا جواز نہیں رہ سکے گا۔ اور ملتِ مسلمہ کا ایک جسدِ واحد اور بنیان مرصوص ہونے

باتیں صرف عہدِ پارینہ کی یادیں بن کر رہ جائیں گی اور پھر کیوں ایک ارب سے زائد افراد کی وحدتِ اسلامیہ اپنے دورِ زوال و استدبار کیطرح ذلیل ومقہور اور اعداء اسلام کے لئے لقمۂ تر نہیں بنے گی۔؟ آج کفر کی ملّتِ واحدہ (مغرب ومشرق کی ساری غیر مسلم قومیں) افغانستان کے مسئلہ پہ چپ سادے ہوئے ہے جب کہ مغرب کے یہی عیار کسی ایک قاتل اور ظالم کی سزا پہ مسلمان ممالک کے خلاف طوفان بدتمیزی اٹھا دیتے ہیں مگر آج افغانستان لٹ رہا ہے اسکی ردائے حمیّت اور عبائے عظمت وحریّت تار تار کی جارہی ہے مگر پورا یورپ خاموش ہے۔ کیا یہ اس ارشادِ نبوی ﷺ کی ایک اور واضح تصدیق نہیں کہ : انّ الامم تداعی علیکم کتداعی الاکلۃ الی قصعتھا۔ (اوکما قال) (دنیا کی قومیں تمہارے تخت وتاراج کیلئے ایسی گرم ہوگئیں ہیں جیسے کھانے والے دسترخوان پہ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔) —— خاکم بدہن اگر آج کابل وہرات کو سمرقند وبخارا بنتے دیکھ کر بھی ہماری غفلت ختم نہیں ہوسکتی اور ہمارا چین وسکون، کرب والم اور اضطراب سے بدل نہیں سکتی تو پھر پوری ملّت کی مرگِ اجتماعی پہ ماتم کر لیجئے۔ اور اپنی عافیت وآزادی کا بھی فاتحہ پڑھ لیجئے کہ ملّتِ مسلمہ کی حیات وبقاء تو جہاد وسرفروشی ہی سے وابستہ ہے۔ آج مجروح ومظلوم افغانستان ہم سب کو پاکستان وایران کو، جزیرۃ العرب اور مصر وشام کو پکار رہا ہے —— اور ملتِ اسلامیہ کا فریضہ ہے کہ مسلمانوں کی متاعِ عظمت وشوکت پہ شبخون مارنے والے روس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے للکارے کہ انسانیت کے اسے ذلیل وخونخوار دشمن تو کون ہے مسلمانوں کا ہمدرد وغمگسار بننے والا، مسلمانوں کے مسائل، عالمِ اسلام کے قضایا اور کسی بھی اسلامی مملکت کی مشکلات کے حل کیلئے خود عالمِ اسلام ہی کافی ہے۔ کاش! آج پورے عالمِ اسلام کا نعرہ بن جائے کہ اسلامی ممالک کے مسائل کے حل کیلئے خود عالمِ اسلام ہی کافی ہے۔ نہ تو عیار ومکار مغربی سامراج کی ضرورت ہے نہ ظلم وبربریت کے علمبردار کمیونسٹ بلاک کو ہمارے مسائل میں ٹانگ اڑانے کی حاجت۔

افغانستان کی یہ صورت حال آج پاکستان کے علماء کرام ومشائخ اور دینی وعلمی حلقوں کے لئے بہت بڑا سوالیہ نشان بنا ہوا ہے کہ کیا ہم اس نازک موڑ پر اپنے فریضہ اور مسئولیت خداوندی سے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں کیا اس المیہ نے ہمارے چین اور سکون کو چھین لیا ہے؟ کیا ہماری فکری، علمی اور عملی توانائیاں اس جہاد میں شریک ہیں؟ اور کس حد تک اس عظیم دعوتِ نفیر (انفروا خفافاً وثقالاً) پہ ہم نے لبیک کہا ہے؟ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ خصوصاً علماء کرام کے لئے مسئلہ افغانستان پہ اتحاد ویگانگت کے ساتھ دوٹوک اور متفقہ مؤقف اختیار کرنے کا ہے۔ اشتراکیت اور اشتراکی ہم نوا۔ اسلام اور عالم اسلام کے لئے ایک گالی اور ایک چیلنج ہیں اس بارہ میں ذرا بھی تردد، تذبذب، حکمت عملی اور مصلحت بینی کا کوئی بھی زاویہ (خواہ ملک سے باہر اشتراکیت سے ہو یا اندرونی اشتراکیت نواز عناصر سے) اسلام کی نگاہ میں کفر اور نفاق سے کم نہیں۔ وہ لوگ جن کی ایمانی غیرت

مٹ چکی ہے اور دینی حمیّت کافور ہو چکی ہے۔ جو سیاست اور مغربی جمہوریت کے پُر فریب ناموں کے بھینٹ پر انسانی اخلاقی اور اسلامی قدریں قربان کرنا چاہتے ہیں خواہ اس "کالی دیوی" کی رضا جوئی کے نتیجہ میں۔ اس ملک میں خدا اور رسول ؐ اور مذہب و شریعت سے ہاتھ دھونا پڑ جائے۔ اور یہاں کی حالت بھی کابل و قندھار اور ہرات کی طرح بن جائے۔ ولا فعلہا اللہ۔ ایسے لوگ زندگی کے جس طبقہ سے بھی تعلق رکھتے ہوں خداوند قدوس کے نزدیک ارذل الخلائق اور ننگ انسانیت اور زمین کے لئے ایک بوجھ ہیں۔ جس کا باطن ان کیلئے ظاہر سے بہتر ہے۔ ایسے ناعاقبت اندیش اعدائے دین و ملت سیاسی لیڈر ہوں یا خدانخواستہ علماء کے لبادہ میں علم اور شریعت کے لئے ایک گالی ہوں خدا کے نزدیک مبغوض و ملعون مخلوق ہے۔ کہ جان بوجھ کر ملک و ملت کو ہلاکت، تباہی اور کفر و الحاد کے راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ علماء حق اور ارباب عزیمت کا مقام و کردار تو اس وقت وہ ہونا چاہئے جو کابل کے غیور و جسور علماء اور دین کے نشہ سے سرشار طلبہ مدارس عربیہ اور اہل درد مسلمان افغانستان میں ادا کر رہے ہیں۔ اگر کوئی وہاں کے خلقی اور پرچمی کمیونسٹوں یا کمیونسٹ نوازوں سے لڑنا تو جہاد سمجھتا ہے اور پاکستان کے خلقی اور پرچمی لادین عناصر کو نئی زندگی بخشنا چاہتا ہے۔ اس کے پرورش اور اٹھان میں لگا ہے اور اس شجرۂ خبیثہ (جس کے استیصال اور بیخ کنی میں صدی ہجری کی تقریباً ایک دہائی خرچ ہوئی۔ اور اہل علم و دین کی بہترین طاقت اور جان و مال کی قوت اسی سے جہاد میں صرف ہوئی) کی دوبارہ آبیاری کرتا ہے۔ تو ایسے لوگ یا تو اللہ و رسول پر ایمان سے عاری ہیں یا کمیونسٹوں کے زر خرید غدار۔ اور یا عقل و خرد کے متاع سے قطعی تہی دامن اور خداوند کریم کے الفاظ میں کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انكاثا کے مصداق ہیں یعنی وہ جو بڑھیا جو دن بھر کی محنت کو سرشام اپنے ہی ہاتھوں برباد کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس روز بد اور شرمناک موقف سے ہمارے تمام علماء حق اور مشائخ اور اہل صدق و صفا کو بچائے۔

اس صورت حال میں اہل درد کو بجا طور پر درد اور احساس ہے کہ علماء کرام کا شیرازہ از سر نو مجتمع ہو اور وہ سب باہمی سر جوڑ کر افغانستان کی صورت حال، اشتراکیت سے جہاد اور اندرون ملک لادینی اور اشتراکی عناصر کے بارہ میں قطعی پروگرام اور لائحہ عمل طے کر سکیں۔

الحمد للہ کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ اپنی دینی مشغولیت اور مقام و مرتبہ کی بنا پر اس مسئلہ کا شدید احساس کر رہے ہیں۔ اور بعض مخلص اہل درد علماء اور غیور و جسور تلامذہ اور ارباب زہد و تقویٰ سے رابطہ قائم کر رہے ہیں۔

واللہ یقول الحق وھو یہدی السبیل

سمیع الحق

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

عالمی مذاکرۂ ادبیاتِ اسلامی کا خطبۂ صدارت

۱۷ تا ۱۹ اپریل ۱۹۸۱ء ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ادبیاتِ اسلامی پر عالمی سیمنار میں پڑھا گیا۔

حضرات! آپ عربی زبان وادب کے ماہر ہیں۔ عالمِ اسلام میں اس زبان کے چوٹی کے افراد میں آپ کا شمار ہے۔ بحث وتحقیق کے میدان میں اور تالیف وتصنیف کے ضمن میں آپ کا نام بہت نمایاں ہے۔ ہم آپ کی اہمیت اور علمی مرتبت سے واقف ہیں۔ اور ہمیں مسرت ہے کہ ہم آج اس مقام پر آپ کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ جہاں عربی زبان ایک زندہ زبان کی حیثیت سے بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اور اس قرآن مجید کی زبان میں آپ کا استقبال کر رہے ہیں، جس قرآن نے ہمیں اور آپ کو عربی زبان کی محبت بخشی، اس کو پڑھنے پڑھانے میں اپنی عمریں صرف کرنے کی توفیق دی۔ قرآن ہی وہ واحد اور یکتا کتاب ہے جس کے سمجھنے کے لئے ہم نے عربی زبان کو اپنایا اور جس کو حاصل کرنے کے لئے ہم سب نے اپنی زندگیاں صرف کی ہیں، دن رات ایک کر دئے۔ نوجوانی کی صبح سے پیری کی شام تک اس کی خدمت کو اپنا محبوب وطن مشغلہ بنایا، اس زبان کی اہمیت اور اسکی محبت نے ہمیں اپنی مادری زبانوں اور ملک، وطن کی بولیوں پر اس زبان کو فوقیت دلائی۔ ہم نے اس زبان کو آگے رکھا اور اپنی مقامی زبانوں کو پیچھے اگر قرآن کریم اس زبان میں نہ اترا ہوتا اور اگر یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان نہ ہوتی اور اگر عربی اور اسلامی علوم کا عظیم کتب خانہ نہ ہوتا جو دنیا کا عظیم ترین علمی سرمایہ ہے۔ اور جس کی تعمیر وترقی میں علماء عرب وعجم دونوں نے اپنا خون پسینہ ایک کر دیا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ایک ایسا غیر عرب ملک اسکی جرأت نہ کرتا کہ عربی زبان وادب پر ایک بین الاقوامی سیمنار منعقد کرے اور عرب دنیا کے چوٹی کے ادباء ومفکرین اور محققین کو دعوت دے جب کہ اس سرزمین پر خود لسانی بنیاد پر جنگ وجدل قائم ہے اور مختلف تہذیبیں اور انواع واقسام کے تمدن آپس میں برسرِ پیکار ہیں اور جس سرزمین کے خمیر میں یہ زبان داخل نہیں ہے۔ اور نہ یہاں کی آب وہوا سے اس کا میل ہے۔ نہ کوئی تاریخی واقتصادی یا سیاسی تعلق ہے۔ وہاں ایسے سیمنار منعقد کرنے میں اگر قرآن کریم کا رشتہ نہ ہوتا تو یقینی جھجک محسوس ہوتی۔ دوسری تہذیب کی خوشہ چینی کے طنز کا خوف ہوتا۔ ایک فضول وقتی سمجھی جاتی،

اور اگر ایسا کرتے بھی تو بہانے تلاش کئے جاتے اور تاویلیں ڈھونڈی جاتیں۔

حضرات! ادب عربی پر یہ بین الاقوامی سیمنار ایک ایسی سرزمین پر منعقد ہو رہا ہے جہاں کبھی بھی عربی زبان ملکی زبان نہیں رہی ہے۔ دفتری و سرکاری ضرورت کے لئے کبھی استعمال نہیں ہوئی اور نہ آپس کی خط و کتابت میں اس زبان کو استعمال کیا گیا ہے۔ اگرچہ قرآن پڑھنے والے، قرآن کی زبان میں عبادت کرنے والے اور دعائیں کرنے والے اور دعائیں کرنے والے دل و جان سے اس کو عزیز رکھتے ہیں۔ لیکن ایسا کیوں نہیں ہوا کہ عربی زبان اس سرزمین کی سرکاری یا قومی زبان ہوتی، اگر ہمارے عرب مہمان معاف کریں تو میں یہ کہوں گا کہ کچھ ذمہ داری انکی بھی تھی اگر لسانی و ثقافتی بہاؤ جس نے مصر و شام و عراق کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اگر اس برصغیر کے حدود تک پہنچ جاتا اور جس طرح مشرق عربی میں اس نے اپنا مقام پیدا کر لیا اور جزیرۂ عرب سے پھوٹنے والی کرنیں اسلامی ثقافت کا اجالا جس طرح اطراف و اکناف کے ممالک میں پھیلا گئیں اسی طرح اگر ادھر بھی ان کا رُخ ہوتا تو شاید آپ کو آج کسی مترجم یا ترجمان کی ضرورت نہ ہوتی۔

اگرچہ عربی زبان اس ممالک کی قومی زبان کبھی نہیں رہی ہے۔ اور عوام کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہو رہا ہے۔ پھر بھی اس برصغیر کا تعلق عربی زبان اور عربی زبان میں تالیف و تدوین سے بہت قدیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت تھی کہ صدیوں سے یہ ملک کتاب و سنت کے علوم سے وابستہ رہے۔ اور انکی وابستگی کے سبب تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا اور شروع ہی سے دین کی دعوت دینے والوں اور اس کی خاطر قربانی کرنے والوں کے آنے کا سلسلہ قائم رہا۔ دوسری صدی ہجری کی ابتدا میں عظیم محدث الربیع بن صبیح السعدی اس سرزمین پر آئے جن کے بارے میں کشف الظنون میں چلپی نے لکھا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام کی تاریخ میں تصنیف کا کام کیا یا جیسا کہ دوسروں نے کہا ہے اسلامی علوم کا پہلا مصنّف تھا۔ وہ عبدالملک بن شہاب المسمعی کے ساتھ نکلے تھے اور سرزمین ہند ۱۶۰ھ میں وفات پائی، انہوں نے اللہ کی راہ میں شہادت کی موت پائی اور آغاز کر گئے ایک علمی زندگی کا، بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کی ایک داغ بیل ان سے پڑ گئی اور آنے والی نسلوں کے لئے انہوں نے اس سرزمین پر تصنیف و تالیف کے لئے ایک تخم ڈال دیا۔

کتاب و سنت جس سے ایمانی وابستگی اور عقیدہ کا تعلق ہے اور جس کی عظمت اپنی جگہ مسلم ہے۔ برّصغیر کے علماء نے صرف انہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عربی زبان و ادب پر بھی توجہ دی چنانچہ عربی زبان و ادب سے اس سرزمین کا تعلق بہت قدیم ہے۔ وہ ہمیشہ زبان و ادب کے ماہرین سے وابستہ رہے اور ان سے تعلق قائم رکھا۔ شیخ بن محمد الصغانی (متوفی ۶۵۰ھ) عربی لغت کے ان ماہرین میں ہیں جنہوں نے لغت نویسی کی بنیاد ڈالی وہ اسی برّصغیر میں پیدا ہوئے پلے اور بڑھے اور لاہور میں اپنی تعلیم مکمل کی اور اپنے وطن سے زندگی بھر

وابستہ رہے۔ ان کے متعلق سیوطی نے لکھا: سارت بتصانیفه الرکبان وخضع لعلمه علماء الزمان۔ یعنی ان کی تصانیف کو قافلے لے کر سفر کرتے۔

اور وقت کے تمام علماء نے اس کا لوہا مانا ہے۔ وہ عربی زبان کے علم بردار تھے۔ الذہبی نے لکھا ہے کہ لغت کے معاملہ میں وہ مرجع تھے۔ دمیاطی نے لکھا ہے۔ کہ وہ لغت، فقہ اور حدیث میں امام وقت تھے۔ ان کی تصانیف میں العباب الزاخر۔ لغت کی کتاب ہے جو ۲۰ جلدوں میں ہے۔ اس کے علاوہ دوسری تصانیف ہیں۔ مجمع البحرین فی اللغة اور النوادر فی اللغة والترکیب اور دوسری کتابیں بھی ہیں جس میں حیوانات کے اسماء جمع کئے ہیں اور نحو میں بھی ان کی تصانیف ہیں۔

علماء ہند کا عربی زبان وادب سے تعلق صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ اور یہ تعلق کسی ایک موضوع کا پابند اور جامد نہیں رہا ہے جیسے وہ ہمیشہ لغت ہی کی کتابیں مرتب کرتے رہے ہوتے اور فرہنگیں لکھنا ہی ان کا کام ہوتا۔ بلکہ دوسرے میدانوں میں ان کی ذہانت اور ان کے طباع کا جوش اور ذہنی اپج نمایاں ہے۔ اور عربی زبان میں ان کی خدمات ایسی ہیں جن کی پورے عالم اسلام میں مثال نہیں مل سکتی مثلاً علامہ محمد طاہر پٹنیؒ (متوفی ۹۶۹) کی کتاب مجمع بحار الانوار چار ضخیم جلدوں میں ہے۔ جس میں حدیث نبوی کے الفاظ کی تحقیق ہے۔ علامہ سید عبدالحی حسنیؒ نے اپنی کتاب نزهة الخواطر میں اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔

"مؤلف نے اس کتاب میں حدیث کے تمام مشکل الفاظ جمع کر دیئے ہیں۔ اہل علم اس کے اعتراف اور اس کی قدردانی پر ایک زبان ہیں۔ انہوں نے یہ کارنامہ انجام دے کر اہل علم پر بڑا احسان کیا ہے۔"

علماء اسلام کی خدمات الفاظ حدیث کی شرح میں کافی ہیں۔ جیسا کہ علم حدیث سے شغف رکھنے والے علماء کو معلوم ہے۔ لیکن حدیث پڑھانے والے اساتذہ جانتے ہیں اور جن کو فن میں رسوخ حاصل ہے۔ اور جو تدریس کے وقت عملی دشواریوں سے گذرتے ہیں کہ یہ کتاب کس درجہ کی ہے۔ اور مصنف کی نظر حدیث پر کتنی وسیع تھی اور انہوں نے کس درجہ اس کام پر عرق ریزی کی ہوگی۔

اہل نظر جانتے ہیں اور جن کو پڑھانے یا تصنیف وتالیف کا تجربہ ہے۔ وہ واقف ہیں کہ علمی اصطلاحات کس درجہ نازک علم ہے۔ اصطلاحات کی تشریح اور ان کے مفہوم کا تعین، بات کی تہہ اور لب لباب کو بتانا بڑا نازک ترین کام ہے۔ مصطلحات کی تشریح کرنے والے کی ذمہ داری فضائی وبحری جہازوں کے راستہ بتانے والے نقشوں سے کم درجہ کی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ذرا بھی غلطی ہو تو بحری جہاز ڈوب سکتا ہے۔ اور فضائی جہاز خاکستر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح فن کو سمجھنے میں اصطلاح کی ذرا سی بھی غلطی پڑھنے والے کو جہل کی تاریکی میں بھٹکا کر چھوڑ سکتی ہے۔ علماء ہند کی بلند ہمتی کہئے یا ان کی خود اعتمادی کا نتیجہ یا عرب لٹریچر پر ان کے رسوخ اور اعتماد کا مظہر کہ انہوں

نے اس نازک ترین موضوع کو اپنی تالیف کا میدان بنایا۔ اس موضوع پر علماء ہند کی وہ خدمات ہیں جنہیں بعد کے تمام مصنفین نے ...... اپنا مرجع تسلیم کیا ہے۔ شیخ عبد الغنی احمد نگری نے اپنی کتاب جامع العلوم جو "دستور العلماء" کے نام سے مشہور ہے اور چار جلدوں میں ہے۔ شیخ محمد اعلیٰ تھانوی (یہ دونوں بارہویں صدی کے علماء میں سے ہیں۔) اپنی کتاب کشاف اصطلاحات الفنون کے ذریعہ تمام علمی و ادبی دنیا سے خراج تحسین وصول کیا ہے۔ کیونکہ یہ کتاب ہزاروں صفحات کی ورق گردانی اور سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے اپنی معلومات کا نچوڑ اور اپنے علوم کا عطر نکال کر رکھ دیا ہے۔ جیسے شہد کی مکھی مختلف باغوں کے پھول پھل کو چوس کر شہد خالص تیار کر دے، علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی جو مرتضیٰ زبیدی کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے لغت نویسی کے فن کو نقطۂ عروج تک پہنچا دیا۔ ان کی کتاب تاج العروس فی شرح القاموس بیس ۲۰ ضخیم جلدوں میں واقع ہے۔ اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔ دنیا کی کسی زندہ زبان میں ایسی لغت نہیں پائی جاتی جو اتنی باریک بینی اور اس درجہ تحقیق کے ساتھ تیار کی گئی ہو۔ یہ درحقیقت لسانی انسائیکلو پیڈیا ہے۔ مرتضیٰ زبیدی ہندوستان ہی کے ایک شہر میں پیدا ہوئے اور وہ شہر اس جگہ سے بہت زیادہ دور نہیں ہے۔ جہاں آج ہم اور آپ جمع ہیں۔ بلگرام بہت سے ادباء شعراء اور مورخوں کا شہر رہا ہے جن میں سرفہرست مولانا غلام علی بلگرامی کا نام آتا ہے۔ جو عربی کے نبض شناس ادیب اور قادر الکلام شاعر تھے۔ عربی میں ان کے سات دیوان ہیں۔ انہوں نے فن عروض میں اضافے کئے ہیں۔ نازک بیانی۔ تلاش۔ خیال آفرینی میں ان کا جواب نہیں۔ تاج العروس کا جہاں تک تعلق ہے، وہ علمی دنیا کی شہرۂ آفاق رکھنے والی کتاب ہے۔ اس کے نقل کرنے اور اسکی ایک کاپی حاصل کرنے میں سلاطینِ وقت اور شاہان عالم ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

ادب عربی کی تاریخ میں ایک بات جو ذکر کے لائق ہے۔ اور کاروانِ ادب کے راہ رو اور اسکی منزل بمنزل پیش قدمی کا جائزہ لینے والوں کے لئے نوٹس لینا ضروری ہے۔ کہ ہندوستان فارسی ادب و ثقافت کے زیر اثر رہ چکا ہے۔ اور فارسی عربی زبان و ادب کے خانہ کرم کا ایک خوشہ چیں تھا۔ اس نے اپنی مختلف زبانوں میں ایسے افراد پیدا کئے جنہوں نے ادب میں روایتی طرز بیان سے بلند ہو کر اپنا اسلوب متعارف کرایا، روایتی ادب ایک زمانہ میں پوری عرب دنیا پہ چھایا ہوا تھا، مقامات حریری جب ادبی اسٹیج پہ سامنے آیا اور ابو زید السروجی نام کا ایک کردار بہروپیہ کی شکل میں نمایاں ہوا وہ ایک ادبی معیار بن گیا جسکی انشاء و تحریر میں تقلید کی جاتی تھی۔ اس کا اثر طبائع پہ اور ادبی تحریروں میں اسی طرح رچ گیا تھا جیسے موسم کا اثر نباتات پہ یا وبا کا اثر اجسام انسانی پہ پڑتا ہے۔ اور جس کے اثر سے نہ کمزور محفوظ رہتا ہے نہ مضبوط، نہ بیمار نہ تندرست، عالم عرب بلکہ

عالمِ اسلام پر طرزِ حریری کا ایک بادل چھایا ہوا تھا۔ لیکن اسی زمانہ میں عربی افق بعید یعنی ہندوستان میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جیسے اندھیری رات میں جگنو ہوں انہوں نے سلامت طبع اور فکر بلند اور فطری ذوق کا ثبوت دیا — ہندوستان میں جو روایتی اسلوب سے انحراف کرتے ہوئے صحیح زبان کی خدمت اور ذوق کی پرورش کا یہ انداز ایک ادبی بدعت سے کم نہ تھا۔ کیونکہ اس دھارے کے خلاف تھا۔ جو عالمِ عربی کے شرق و غرب میں بہہ رہا تھا۔ یہ بات قابلِ غور ہے اور اس لائق ہے کہ علمی تحقیق کا موضوع بنایا جائے۔

ان چند افراد میں جو غیر مقفع نثر میں لکھتے تھے اور ان کی تحریر آمد اور روانی ہے۔ وہ وقت کے کے خلاف قافیہ آرائی اور تصنّع سے بلند تھے۔ ان میں ہم علامہ محمد بن جون پوری کا نام لے سکتے ہیں جو اسی شہر کے ایک صوبہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۰۶۲ھ میں وفات پائی جن کی کتاب "الفوائد شرح الفوائد" ہے۔

اگرچہ ہندوستان کو اس معاملہ میں سبقت نہیں حاصل ہے کہ صنائع و بدائع کے فنون سے آراستہ عبارت آرائی اور قافیہ بندی کے بندھنوں سے آزاد ہونے والوں میں اس کا پہلا نام ہوتا اور وہ لوگ جو طبیعت کی آمد اور مزاج کے فطری بہاؤ کے مطابق لکھتے ہیں۔ ان کے درمیان اولیت اسے حاصل ہوتی، اس اولیت کا شرف تو علامہ ابن خلدون کو حاصل ہے۔ جو بلاشبہ علامۂ وقت اور فلسفۂ تاریخ کے امام تھے جن کے مقدمہ کے تاریخ نے عقل و ذوق کی قیادت کی ہے۔ اور علمی تحقیق کا اسلوب نکالا ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ ہندوستان میں کوئی صاحبِ علم و فکر ادیب نہ پیدا ہوا ہو جس نے ابن خلدون کی طرح تصنّع سے بری طرزِ تحریر ایجاد نہ کیا ہو۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۱۱۷۶ھ) نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں فکر کے ساتھ اور اپنے انوکھے مضمون اور اسرارِ شریعت کی وضاحت ایسے اسلوب میں کی ہے جس پر روایتی ادب و انشاء کی کوئی چھاپ نہیں ہے۔ بے روح قافیہ آفرینی اور حریری کی لاحاصل تقلید کی بجائے انہوں نے اپنا عالمانہ اسلوب پیدا کیا جو زبان کی پاکیزگی اور سلامت ذوق کا اسی طرح نمائندہ ہے جس طرح فکر بلند اور علم وسیع کا، حجۃ اللہ البالغۃ کا وہ باب جس کا عنوان ہے۔ المدنیۃ العجمیۃ عند بعثۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عجمی تمدن یہ باب اپنی سادگی، سلاست، روانی اور جوش میں بے نظیر ہے۔ مقدمہ ابن خلدون کے بعد اس باب کو پڑھیئے اور زبان کی شیرینی اور علم کی فراوانی کو دیکھیئے تو اعتراف کے بغیر چارہ کار نظر نہیں آئے گا۔

شاہ صاحب کے بعد بھی سرزمین ہند میں متعدد علماء اور اہلِ قلم پیدا ہوئے جو سوانح نگاری اور تاریخ نویسی میں ممتاز ہوئے اور ان کی تحریریں ان کے معاصرین سے مختلف تھیں جو عرب ممالک میں تھے، ان کی تحریروں میں سادگی اور شیرینی، سلاست و قوت کا عنصر نمایاں ہے۔ ان میں خاص طور پر قابلِ ذکر علامہ محسن ابن یحییٰ ہیں جنکی کتاب البالغ الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی۔ ہے اور جس کے اندر خالص عربیت کی روح جھلکتی ہے۔ اور

انداز بیان بہت شگفتہ ہے۔ اور ایک ماہر فن ادبی صلاحیت کا نمونہ ہے۔ علامہ ہند نواب سید صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ) اور مورخ کبیر علامہ سید عبدالحی حسنی صاحب نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والمناظر جو آٹھ جلدوں میں ہے۔ (وفات ۱۳۴۱ھ) کے نام اس ضمن میں آتے ہیں۔

اس موقع پر مجھے اجازت دیجئے کہ ندوہ جشن ۸۵ سالہ کے موقع پر جو میں نے عرض کیا تھا اسکی چند سطر یہاں پر دہراؤں (یہ جشن ۲۵ سے ۲۸ شوال تک ۱۳۹۵ھ میں منعقد ہوا تھا۔)

علماء ہند کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے برصغیر ہند میں ادبی تحریک کی قیادت کی ہے۔ اور زبان وادب کے ستون مانے گئے ہیں جن پر ادب کا قلعہ قائم ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اسلوب کا مالک ہے اور اپنے مقلدین کی ایک جماعت رکھتا ہے۔ اور بہت سے ان میں ایسے تھے جنہوں نے تحریر و انشاء، شعر و ادب نقد و بیان میں اپنی راہ خود نکالی اور طرز نو کے موجد سمجھے گئے اور آج تک ان کی کتابیں اپنے اپنے موضوع پر مرجع وماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہاں علماء اور ادباء کے درمیان وہ خلیج نہیں ہے اور جہاں ادب کی ذمہ داری غیر علما کے ہاتھوں میں ہے۔ اور یہ وہ طبقہ ہے۔ جو شعر و ادب کی میراث سنبھالے ہوئے ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جس کو اس سے سروکار نہیں اسکو صرف علوم شریعت سے تعلق ہے۔ اس تفریق نے دین وادب دونوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ ندوۃ العلماء کا یہ ادارہ جہاں آپ اس وقت جمع ہیں۔ ان سرخیل اداروں میں ہے۔ جہاں سے پہلی مرتبہ یہ آواز اٹھی کہ دین وادب کی شاہراہیں الگ الگ نہیں ہیں اس نے دونوں گروہوں کو ایک ساتھ چلنے کی دعوت دی یعنی دعوت وتبلیغ دینی کا گروہ اور ادیبوں، انشاء اللہ پردازوں، تاریخ وتنقید کے دانشوروں کا گروہ۔ ندوہ نے ادب کی اجارہ داری کو تسلیم نہیں کیا، اور اسکی تقسیم کو ختم کرنے اور دونوں کو ایک ساتھ چلنے کی دعوت ندوہ کے ایک ذمہ دار نے جس وضاحت سے پیش کی تھی اس کا ایک نمونہ میں پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

وہ ادب جس کو تقلید اور روایت سے سب سے زیادہ انکار اور لکیر کا فقیر بننے سے سب سے زیادہ عار ہونا چاہئے تھا۔ اور جس کے خمیر و سرشت میں جدت وجرأت، ذہانت، ذوق وجمال اور ادب کی زبان میں "حسن پرستی" اور جس کو بلبل کیطرح ہر گل کا شیدا اور مظہر جمال وکمال کا شیفتہ و فریفتہ ہونا چاہیئے۔ اکثر موقعوں پر روایت، تعصب کا شکار اور رسم ورواج گرفتار نظر آتا ہے۔ ادب وانشاء کی جو تعریف استاد اول نے کر دی۔ اور اس کے جو حدود و خطوط کھینچ دیئے بہت کم ادیبوں اور نقادوں کو ان سے سرتابی کرنے اور اس کے دائرہ سے باہر قدم رکھنے کی جرأت ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہر بعد میں آنے والا اپنے پیش رو کے قدم پر قدم رکھتا ہوا اپنا سفر طے کرتا ہے۔ اور ادبی نمونوں کے ذخیروں میں کسی اضافہ، کسی تغیر اور کسی ترمیم کی جرأت نہیں کرتا، ادب و انشاء

کی چند مثالی شخصیتیں منتخب کر لی جاتی ہیں اور ہر آنے والا اسی سبق کو دہراتا ہے۔ اقبال کا یہ مصرعہ اس دبستان ادب پر بھی پوری طرح صادق آتا ہے۔

کند مکتب رہ طے کردہ راطے

ندوہ نے پہلی مرتبہ عربی ادب کے خزانوں کو از سر نو کھنگالنے اور اس کا علمی جائزہ لینے کی دعوت دی کہ اس کے علمی جائزہ لینے کی دعوت دی کہ اس کے سینہ سے وہ موتی نکالے جائیں جو دین و ادب کے ایوانوں کو سجانے اور اس کی زینت کا باعث بنیں، اور ادب کے شہ پارے ان جگہوں سے نکالے جہاں عام طور پر ادب و انشاء کی تلاش نہیں کی جاتی اور اسی کو بنیاد بنا کر اپنا نصاب تعلیم تجویز کیا جس نے دین و ادب کو شیر و شکر کر دیا اور دین کے ساتھ ادب اور ادب کے ساتھ دین دونوں میں بیک وقت رسوخ حاصل کرنے کا ذریعہ ثابت ہوا۔ اس نصاب نے عربی زبان و ادب کی قوت اور ہمہ گیری پر یقین میں اضافہ کیا اور طالب علم کے اندر چھپی ہوئی ادبی صلاحیت کو ابھارنے اور ذوق کو جلا دینے کی صلاحیت پیدا کی اور یہ بتایا کہ عربی ادب میں یہ قوت ہے کہ وہ تمام بدلتے ہوئے حالات میں ضروریات کا ساتھ دے سکتا ہے۔

یہی وہ اسباب و عوامل تھے جن کی بنا پر ندوہ نے اس علمی مذاکرہ کے منعقد کرنے کی دعوت دی اور عالم اسلام کے ان مفکرین اور ادباء کو دعوت دی جو عہد حاضر میں عربی ادب کے تسلیم شدہ ماہرین اور تربیت و تعلیم کے میدان میں جنکی رائیں علمی وزن رکھتی ہیں۔ الحمدللہ کہ انہوں نے جس فراخدلی اور مسرت سے اس دعوت کو قبول کیا اور اس مذاکرہ میں شرکت کے لئے دور دراز کا سفر کرکے اور سفر کی مشقتیں برداشت کرکے تشریف لائے وہ دعوت دینے والوں کے اخلاص اور دعوت قبول کرنے والوں کے ذوق و فکر کی دلیل ہے۔

ہم آنے والے مہمانوں کا پرخلوص خیر مقدم کرتے ہیں اور ان اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو اس وقت ہمارے درمیان تشریف رکھتے ہیں۔ والحمدللہ اولاً و آخراً۔

جہادِ افغانستان

مجاہدین اور فضلائے دارالعلوم حقانیہ کی سرگرمیاں

محاذ جنگ سے بھیجی گئی خصوصی رپورٹیں

★ حضرت مولانا حضرت نور حقانی فاضل حقانیہ علاقہ خوست گربز کی مقتدر شخصیت ہیں۔ خود بھی میدان کارزار میں روسی سامراج کے خلاف افغانستان میں مصروف جہاد ہیں۔ اور اپنے متعلقین و معتقدین کو بھی جہاد کی ترغیب دیتے ہیں۔ ہزاروں مجاہدین آپ کی ترغیب و تحریض کی وجہ سے دہریہ حکومت کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ ان کی سرپرستی میں طالب علموں کی ایک جماعت نے بوری خیل گاؤں کے قریب دشمن کی دو بکتر بند گاڑیاں اڑا دیں۔ مجاہدین بحیثیت اپنے مرکز کو لوٹ آئے۔ پھر دوسرے حملہ میں قلعہ باور بوری خیل میں دشمن کی مزید بکتر بند گاڑیاں اڑا دیں۔ اس محاذ پر مولانا موصوف کی مساعی سے عمل جہاد روز افزوں ہے۔

★ مولانا عجب نور اپنے علاقہ کی ممتاز شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ مرکز علاقہ خوست پکتیا کے وزیر قبائل کے امیر ہیں۔ اور محاذ جنگ کے انچارج بھی۔ وہ اپنے مراسلہ میں رقم طراز ہیں کہ نور محمد ترہ کئی کے انقلاب سے لے کر آج تک میں محاذ جنگ پر ہوں۔ حکومت ہماری سرگرمیوں سے سخت مشکلات میں پھنسی ہوئی ہے۔ ہمارے مرکز پر قبضہ کرنے کے لئے کئی دفعہ خلقیوں نے زوردار حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تا ہنوز انہیں کامیابی نہ ہوئی۔

ایک حملہ میں مجاہدین نے ان کے تین ٹینک اور دو ہیلی کاپٹر مار گرائے۔ مجاہدین میں سے چھ افراد زخمی ہوئے اور صرف ایک نے جام شہادت نوش کیا ـــ یہ مراسلہ بھی مرکز ناری میراں شاہ سے مولوی نور اللہ خاں مجاہد نے بھیجا ہے۔

★ الحاج مولوی عبدالحلیم صاحب حقانی جو صوبہ غزنی کے ولایت مقر علاقہ آب بند کے امیر ہیں۔ انہوں نے اس گروہ میں شامل مجاہدین کے کارنامے اور وقائع ارسال کئے ہیں۔

گذشتہ دنوں دہریہ اور کمیونسٹ حکومت کی جانب سے علاقہ داری آب بند پر دو ہزار فوج۔ پانچ سو ٹینک اور سولہ طیاروں نے حملہ کیا۔ ان کے مقابلہ میں مجاہدین صرف ڈیڑھ سو تھے۔ مقابلہ مسلسل تین روز تک جاری رہا اس دوران ۲۷۷ کمیونسٹ مارے گئے۔ نیز دو گاڑیاں اور دو ٹینک بھی تباہ کئے اور مجاہدین میں سے صرف

اکیس افراد نے جام شہادت نوش کیا۔

اسی طرح دوسرے حملہ میں دشمن کے چار سو ٹینکوں اور دس طیاروں نے حصہ لیا۔ اس حملہ میں صرف ایک مجاہد شہید اور دو زخمی ہوئے۔ دشمن کے دس افراد مارے گئے اور ایک گاڑی بیکار کر دی گئی۔

تیسرے حملہ میں مجاہدین کی تعداد صرف پچاس تھی۔ ان کے مقابلہ میں پانچ سو کمیونسٹ خلق فوجی تھے جن کے پاس بیس ٹینک بھی تھے۔ مجاہدین میں سے صرف پانچ افراد شہادت پہ فائز المرام ہوئے اور دشمن کے ساٹھ افراد مارے گئے۔ ایک گاڑی اور ایک ٹینک بھی تباہ کر دیا گیا۔

چوتھے حملے میں مجاہدین نے بیس خلقیوں کو واصل جہنم کیا اور ایک گاڑی بھی تباہ کر دی گئی۔ مجاہدین بفضلہ تعالیٰ خیریت سے رہے۔

پانچویں حملہ میں مجاہدین نے حکومت کے آٹھ کارندوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اور مجاہدین کے ہاتھ ایک بندوق ایک مشین گن [illegible] بم مال غنیمت میں آئے۔

چھٹے حملے میں مجاہدین نے نو دہریوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور مجاہدین سب کے سب محفوظ و مامون رہے۔

ساتویں اور آٹھویں حملے میں ۶ خلقی واصل جہنم ہوئے۔ دو گاڑیاں مال غنیمت میں آئیں۔ دشمن کا ایک ٹینک ناکارہ بنا دیا گیا اور مجاہدین میں سے صرف ایک مجاہد زخمی ہوا۔

<u>مولوی گل محمد صاحب</u> صوبہ غزنی میں جبہہ خوگانی کے امیر مولوی گل محمد صاحب ہیں۔ یہ جبہہ حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کی زیر قیادت جہاد میں مصروف ہے۔ اس جبہہ سے ۶۔ افراد مجاہدین غزنی کے ایک ہسپتال میں داخل ہوئے۔ ہسپتال کے ایک کمرہ میں ۹ روسی اور دوسرے ملحقہ کمروں میں بھی ۸ روسی اور خلقی تھے۔ مجاہدین نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور امیر جبہہ کے پاس لے گئے۔ چھ خلقیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اسی جبہہ میں دو سو فوجی اور چودہ ٹینک تباہ کئے۔ اور مال غنیمت میں ایک سو بیس کلاشنکوف (سٹین گن) مجاہدین کے ہاتھ آئیں۔

<u>مولانا عبدالرزاق حقانی</u> مولانا حافظ عبدالرزاق حقانی متعلم دارالعلوم حقانی جو کہ ابھی ابھی کئی ماہ کی جنگ کے بعد میدان جہاد سے واپس آئے ہیں انہوں نے بتایا کہ ۷ مارچ کو مجاہدین اور افغان خلقی حکومت کے درمیان ایک پہاڑی مقام جس کا نام ترغری ہے، مقابلہ ہوا۔ حکومت کے بارہ آدمی اس لڑائی میں کام آئے۔ اور ایک چھوٹی توپ جسے یہ لوگ الموان کہتے ہیں اور ایک بہت بھاری مشین دور تک مار کرنے والی تباہ ہوئیں۔ یہاں برف باری کے باعث نہ تو کہیں بیٹھنے کی جگہ اور نہ کہیں نماز پڑھنے کا اہتمام۔ اور نہ ایسا کوئی ناحیہ تھا جس میں مجاہدین بیٹھ کر کھانا کھا سکیں اس کے باوجود مجاہدین روحانی طور پہ مطمئن تھے۔ دوسری لڑائی پھر اسی مقام پہ ہوئی۔ جس میں امیر مجاہدین جناب اکبر خان صاحب اور ایک مجاہد سیدان گل نے جام شہادت نوش کیا۔ حکومت کے بھی چار آدمی مارے گئے۔

تیسری لڑائی بھی کچھ اس طرح سے ہوئی کہ مجاہدین کے پاس نہ اسلحہ تھا اور نہ کوئی دیگر سامان۔ صرف ایک پرانی زنگ آلود توپ تھی، لیکن اللہ نے اس توپ سے جو کام لینا تھا وہ لیا۔ بندہ خود اسے لوڈ کرتا اور ماہر نشانہ باز رشید اسے چلاتا تھا۔ ہمارے پاس گولے بھی کم تھے۔ ہمارے ایک گولہ کے جواب میں اکیس گولے آتے۔ تین دن تک مسلسل لڑائی رہی۔ مجاہدین میں سے صرف ایک آدمی شہید ہوا۔ اس کے مقابلے میں افغان حکومت کے دو ٹینک۔ دو بکتر بند گاڑیاں ایک موٹر۔ ایک بڑی توپ ایک المواں توپ دور تک مار کرنے والی بھاری مشینیں تباہ ہوئیں۔ اور دشمن کے ۲۱ آدمی مارے گئے۔ مجاہدین کے ہاتھوں دشمن نرغے میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ مجاہدین سرخ سامراج کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک کر دم لیں گے۔

مولوی عبدالرزاق اس جنگ میں مسلمانوں کی بے سروسامانی، مگر جذبۂ جہاد میں مخمور ہونے کے نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں کہ اس جنگ میں ہمارے کھانے پینے کی حالت بڑی خراب تھی۔ روٹی پکانے کے لئے توا تک نہ تھا۔ آٹا پتھروں پر گوندھ کر آگ میں دبا دیتے۔ آدھی پکی آدھی کچی کھا کر لڑتے۔ رات کو سردی میں ٹھٹھرتے اور نیند نہ آتی پھر بھی وہ لطف نصیب ہوتا جیسے ہم جنت کے باغوں میں سو رہے ہیں۔ اردگرد دشمن کے توپ خانے گولے برساتے جس سے پتھر اڑ اڑ کر ہم پر گرتے۔ مگر ڈر کی کوئی بات بھی محسوس نہ ہوتی۔ رات کی تاریکی میں جب کہ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہ دیتا مگر ہم سفر جاری رکھتے ایسے دشوار گذار راستوں پر چلتے کہ اگر ذرا بھی قدم لڑکھڑایا تو زندہ بچنا محال تھا۔ مگر ہر قدم اللہ کی مدد سے ٹھیک جگہ پر پڑتا۔ دشمن کو اللہ تباہ کرتا۔ ہزاروں گولے ان کے ضائع ہوتے اور مجاہدین پروانوں کی طرح پھرتے اور دشمن کو شکست ہوتی تھی۔

مولوی عبداللہ عرف مولوی محمد ہاشم حقانی محاذِ جنگ سے اپنے مراسلوں میں لکھتے ہیں۔

گذشتہ ماہ ربیع الثانی میں پکتیا علاقہ خوست چھاؤنی کے نزدیک ایک روسی قافلہ پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ایک فوجی موٹر اور جیپ پر قبضہ کر لیا۔ اس میں دس فوجی تسلیم کر لئے گئے۔ اور مجاہدین بھی دس ہی تھے۔ مجاہدین نے تسلیم شدہ فوجیوں کو مرکز ناری پہنچایا۔ یہ لڑائی بحکم مولانا عجب نور صاحب عمل میں لائی گئی تھی۔

پکتیا علاقہ خوست مرکز ناری جو زیر قیادت مولانا عجب نور صاحب کام کر رہا ہے اس مرکز کے مجاہدین نے موضع لاکنڑ کے قریب روسی فوج پر حملہ کیا۔ دو دن آمنے سامنے لڑائی ہوئی۔ روسیوں نے بمبار طیاروں اور ٹینکوں سے حملہ کیا۔ اس میں تین ٹینک۔ پانچ افراد اور چند مشین گنوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ ٹینک تو وہیں خراب ہو گئے اور مجاہدین میں سے چھ افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ اور چار شدید زخمی ہوئے۔ اس لڑائی میں ۱۰۰ فوجی ہلاک کر دیئے گئے۔

علاقہ خوست میں ایک گاؤں جو کہ خلقیوں کا گڑھ تھا اور آئے دن مجاہدین کو تنگ کرتے تھے، امیر مجاہدین

جناب مولانا عجب نور صاحب کے حکم سے اس گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ اس جنگ میں ایک بھاری توپ جو خلقی استعمال کر رہے تھے۔ گھر گھر لڑائی جاری رہی۔ طیاروں کی بمباری سے ایک مجاہد زخمی ہوا۔ بعد میں تمام علاقہ کے مسلمانوں نے امیر موصوف کے ہاں پناہ لی۔ اس لڑائی میں خلقیوں کا ایک عظیم سرغنہ ہلاک کر دیا گیا۔

دوسرے علاقہ خوست سے بڑی تعداد میں لوگوں نے میران شاہ مرکز ناری کی طرف ہجرت کی۔

اسی طرح ایک اور لڑائی میں ۶ گھنٹے مسلسل جنگ رہی اور مجاہدین نے دو بڑے مورچے چھین لئے۔ سامان بھی کافی ہاتھ آیا۔ مجاہدین میں ایک ڈاکٹر اور چار طلباء مولوی صابر جان۔ مولوی عزا مہر خان۔ مولوی نیک خون اور ایک صاحب غلام خان زخمی ہو گئے۔

<u>مولوی مولا جان حقانی</u> | ولایت پکتیا میں دارالعلوم حقانیہ کے نڈر جری اور بہادر جرنیل مولانا جلال الدین حقانی امیر حزب اسلامی کے حلقۂ امارات میں مورخہ ۱۰ اپریل کو مولوی مولا جان حقانی جو ۱۹۷۶ء میں حقانیہ سے فارغ ہوئے ان کا محاذ ارگون ہے وہ کابل خیل قوم پیپلی کے امیر ہیں۔ کی قیادت میں مقام لواڑہ جو کہ دتہ خیل سے تقریباً ۲۵ میل کے فاصلہ پر مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہ جگہ جغرافیائی اعتبار سے پاکستان کی سرحد کے ساتھ متصل ہے۔ روسی ایجنٹوں اور مجاہدین کے درمیان زبردست لڑائی ہوئی۔ تاکٹر نامی شخص نے جو کہ روسی ایجنٹ تھا اس نے اپنے گھر کے قریب روسیوں کو ہوائی اڈہ کے لئے جگہ دی جس پر روسی روزانہ ہیلی کاپٹر اتارتے تھے۔ قوم کے لئے یہ مسئلہ ناقابل برداشت تھا۔ لہٰذا اس کی روک تھام کے لئے قوم نے مولوی مولا جان صاحب حقانی جو دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر اور ہونہار فاضل ہیں کو منتخب کیا۔ حمل کے ۲۲ کو جمعہ کی رات تقریباً گیارہ بجے مجاہدین تاکٹر پر حملہ آور ہوئے۔ تقریباً تین گھنٹے کے اندر اندر روسی پٹھوؤں پر قبضہ کر لیا۔ صبح کو مجاہدین نے اسلامی پرچم لہرا دیا۔ تاکٹر اور اس کے حامی گھروں پر گولیاں برسائیں۔ اللہ اکبر کے نعروں سے کرایہ کے فوجی بھاگ گئے۔ اور ساڑھے گیارہ بجے دن کے قریب مجاہدین نے ان روسی ایجنٹوں کے گھروں پر قبضہ کر لیا۔ جن سے ۲۲ صندوق کارتوس۔ پندرہ صندوق گرینیڈ۔ چالیس بوری چینی اور آٹا اور چھ توپ برآمد کر لیں۔ دریں اثنا ایک مجاہد لطیف الرحمان نے جام شہادت نوش کیا۔ اور ایک مجاہد شدید زخمی ہوا۔ جو پشاور ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ تین پرچمیوں کو مجاہدین نے زندہ گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد مجاہدین نے روسی گماشتوں کے گھروں کو آگ لگا دی۔ اور آن کی آن میں وہ خاکستر کر دئے گئے۔ اور اس دفتر پر جو یہ ایجنٹ استعمال کر رہے تھے۔ اس پر مجاہدین نے قبضہ کر لیا۔ جن غدار ملکوں نے ان ایجنٹوں کے ساتھ وفاداری کے دستخط کر رکھے تھے۔ وہ اب مولوی مولا جان صاحب حقانی صاحب کے پاس آ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جرمانہ دینے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ اب وہ تمام مولوی مولا جان حقانی کے ساتھ ہیں اور مولانا صاحب ارگون میں برسر پیکار ہیں۔
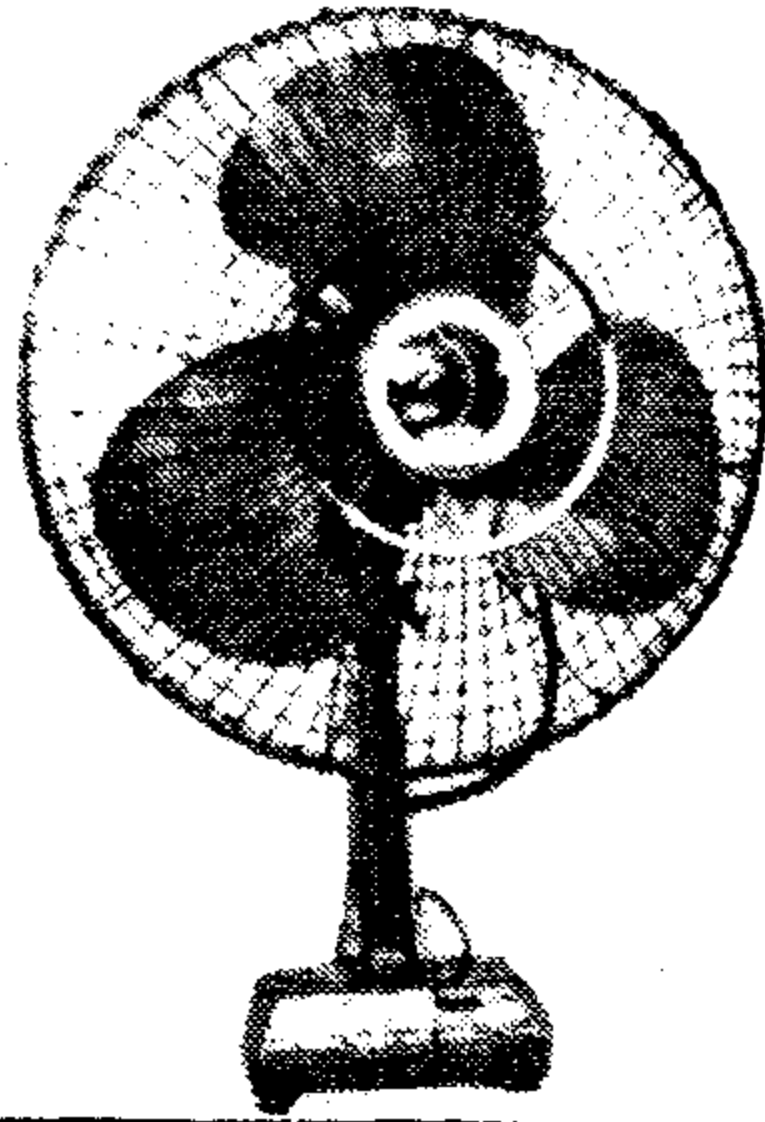
ڈیلر:- سرور جنرل مرچنٹ صوابی روڈ جہانگیرہ ||| ڈیلر:- سعد الیکٹرک سٹور صدر بازار نوشہرہ فون ۵۰۶
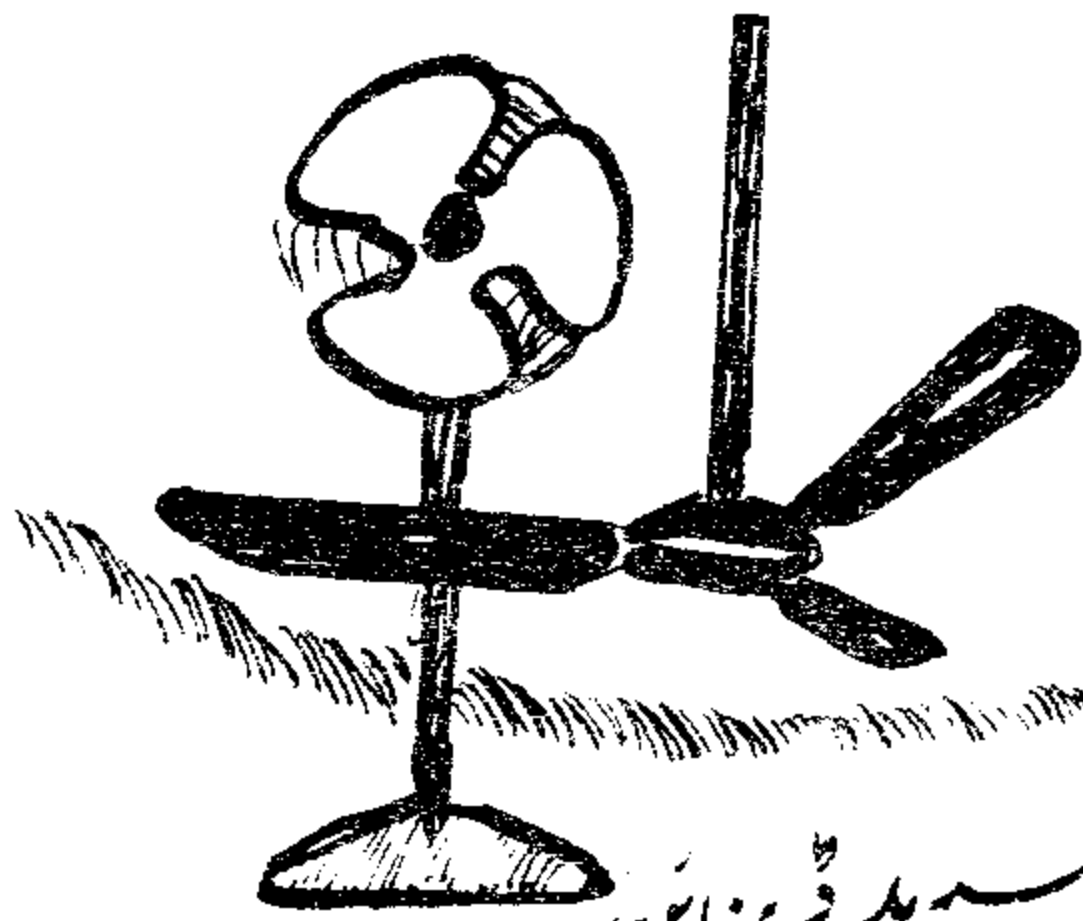
حضرت مولانا محمد طاسین صاحب ۔ کراچی

بلاسود بنکاری اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر ایک نظر

نفع ونقصان میں شرکت کا معاملہ

اور اس کی شرعی حیثیت

بلاسود بنکاری پر اسلامی نظریاتی کونسل کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اس کے متعلق خود کونسل کے ایک ممتاز رکن مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے ایک مضمون میں جو متعدد رسائل و اخبارات میں شائع ہو چکا ہے لکھا ہے۔

"آخر میں ہم ملک کے ان علماء سے جو خاص طور پر فقہ میں بصیرت رکھتے ہیں یہ گذارش کرتے ہیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے جو رپورٹ غیر سود بنکاری کے سلسلہ میں شائع کی ہے۔ اس کا بنظر غائر مطالعہ فرما کر اس کا شرعی نقطۂ نظر سے جائزہ لیں۔ ظاہر ہے کہ یہ رپورٹ اس معاملے میں حرف آخر نہیں ہے۔ اس میں اب بھی علمی و فقہی خامیاں ہو سکتی ہیں۔ اس لئے یہ علماء کا فریضہ ہے کہ اس کا جائزہ لے کر ضروری ہو تو اس میں اصلاحات تجویز فرمائیں۔"

کونسل کے چیئرمین محترم جناب جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب نے ازراہ کرم رپورٹ کی ایک کاپی مجھے بھی عنایت فرمائی۔ لہٰذا مجھے اس کا بغور مطالعہ کرنے اور اس کے مندرجات و مشتملات کا شرعی نقطۂ نظر سے تحقیقی جائزہ لینے کا موقع ملا۔ اس سے جو باتیں میرے علم میں آئیں اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے پیش نظر دینی و ملی فریضہ سمجھا کہ ان کو تحریری شکل میں پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ مضمون اسی فریضہ کے ادا کرنے کی معمولی سی کوشش ہے۔ اللہ کرے مفید ثابت ہو۔

اس مضمون میں میرا مقصد ان تمام امور و معاملات سے تفصیلی بحث کرنا نہیں جو ماہرین اقتصادیات کے پینل نے اس رپورٹ میں سود کے متبادل تجویز فرمائے ہیں۔ اور جن میں کچھ کو خود کونسل کے علماء کرام نے بھی مستحسن و پسندیدہ نہیں قرار دیا۔ بلکہ میرا مقصد ایک معاملے کے متعلق تفصیلی اور باقی معاملات کے بارے میں اجمالی طور پر کچھ عرض کرنا ہے۔ اس ایک معاملے سے میری مراد نفع و نقصان میں شرکت کا معاملہ ہے جس کو سود کا نعم البدل

اور ایک مثالی معاملہ کہا گیا اور جو اس رپورٹ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

اس رپورٹ میں نفع و نقصان میں شراکت کے معاملہ کو جس شکل میں پیش کیا گیا ہے اس شکل کے لحاظ سے یہ معاملہ اپنی قسم کا ایک نیا اور انوکھا معاملہ ہے جس کا گذشتہ چودہ سو سالہ فقہی لٹریچر میں کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ گویا یہ پندرھویں صدی ہجری کا خاص تحفہ ہے جو مسلمانان پاکستان کو ملا۔

اس معاملے کو میں نے اپنی قسم کا نیا اور انوکھا معاملہ اس لئے کہا ہے کہ یہ اپنی بناوٹ و ساخت اور ماہیت و حقیقت کے اعتبار سے نہ مضاربت کا معاملہ ہے اور نہ شرکت کا معاملہ جن کا قرآن، حدیث اور فقہ میں ذکر اور جن کی شرعی حیثیت معلوم اور متعین ہے۔ مضاربت کا معاملہ یہ اس وجہ سے نہیں کہ اس میں کام کرنے والے فریق کو نقصان میں بھی شریک ٹھہرایا گیا ہے۔ جب کہ مضاربت میں کام کرنے والا فریق مالی نقصان میں بالکل شریک نہیں ہوتا۔ بلکہ مالی نقصان سب کا سب سرمایہ والے فریق کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور شرکت کا معاملہ یہ اس وجہ سے نہیں کہ اس میں ایک فریق کا صرف سرمایہ ہے جو بنک میں شراکتی کھاتہ کھولتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کا کوئی تجارتی یا صنعتی کام و عمل نہیں۔ حالانکہ شرکت کی ہر قسم میں ہر شریک کا سرمائے، وجاہت اور ہنر کے ساتھ کام و عمل میں ہونا بھی ضروری ہے۔ نیز مضاربت اور شرکت دونوں میں یہ ضروری ہے کہ معاملہ شروع کرتے وقت نہایت واضح الفاظ میں یہ تعین ہو کہ فریقین کے مابین نفع کس نسبت سے تقسیم ہوگا اور یہ تعین خود فریقین اپنی آزاد مرضی سے کریں۔ تیسرا کوئی ان پر اپنی مرضی مسلط نہ کرے خواہ حکومت کا کوئی ادارہ ہی کیوں نہ ہو۔ جب کہ شراکت کے زیر بحث معاملہ میں کھاتہ دار اور بنک کے درمیان ایسا کوئی تعین ضروری نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ بنک پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ کہ وہ جس طرح چاہے منافع تقسیم کرے۔ اسی طرح بنک اور کاروباری اداروں کے درمیان نفع کی تقسیم کے تعین کا اختیار اسٹیٹ بنک کو دیا گیا ہے۔ نیز یہ اس وجہ سے بھی مضاربت کا معاملہ نہیں کہ اس میں شراکتی کھاتہ کے مال کو وہ تحفظات دیئے گئے ہیں جو قرض مال کے لئے ہوتے ہیں جب کہ مضاربت کا مال کام کرنے والے فریق کے پاس بطور امانت ہوتا ہے۔ اور اس کی حیثیت قرض کے مال کی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر غیر اختیاری طور پر وہ ضائع ہو جائے تو کام کرنے والے فریق پر اس کا تاوان نہیں آتا۔ ایک اور وجہ زیر بحث معاملہ کے مضاربت نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ اس میں ایک فریق یعنی بنک کا ادارہ، اپنے شراکتی کھاتہ دار کو یہ یقین دلاتا ہے کہ اسے نہ صرف یہ کہ نفع ضرور ملے گا بلکہ موجودہ شرح سود سے زیادہ ملے گا جب کہ مضاربت میں نفع کا احتمال تو ہوتا ہے لیکن یقین نہیں ہوتا۔ ورنہ اس میں اور معاملہ ربا میں زیادہ فرق باقی نہیں رہتا۔ ایک اور وجہ جس کی بنا پر زیر بحث معاملہ، معاملہ مضاربت نہیں یہ کہ اس میں یہ طے کیا گیا ہے کہ بنک سال میں دو مرتبہ

اس کا منافع تقسیم کرے گا۔ یعنی دوران معاملہ منافع کی تقسیم ہوتی رہے گی۔ جب کہ مضاربت میں منافع کی تقسیم صرف اس وقت ہو سکتی ہے جب معاملہ اختتام کو پہنچ جائے، اس سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ ایک اور پہلو سے بھی یہ معاملہ مضاربت کے معاملہ سے مختلف ہے۔ اور وہ یہ کہ بعض ائمہ مجتہدین کے نزدیک مضاربت کا سرمایہ صرف تاجر کو خرید و فروخت کے کام کے لئے دیا جا سکتا ہے۔ ہنرمند صانع کو صنعت و حرفت کے لئے نہیں دیا جا سکتا۔ جب کہ زیر بحث معاملہ میں یہ بھی طے ہے کہ اس کا سرمایہ صنعت و حرفت میں بھی لگایا جائے گا۔ غرضیکہ متعدد وجوہ ہیں جن کی بنا پر زیر بحث معاملہ، مضاربت کا معاملہ نہیں۔

اور شرکت کا معاملہ نہ ہونے کی وجہ جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا یہ ہے کہ شرکت کے معاملہ میں ایک فریق کا جو بنک میں شراکتی کھاتہ کھولتا ہے سرے سے کوئی تجارتی کام و عمل نہیں۔ لہذا یہ معاملہ شرکت کی کسی قسم میں نہیں آتا۔ فقہاء احناف نے معاملہ شرکت کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

شرکۃ الاموال۔ شرکۃ الوجوہ اور شرکۃ الابدان جسے اعمال اور شرکت صنائع بھی کہا جاتا ہے۔ اور پھر ان تینوں قسموں کی جو تعریفیں لکھی گئی ہیں وہ یہ کہ:۔

۱۔ شرکت اموال وہ معاملہ ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ تجارت پیشہ افراد آپس میں یہ طے کرتے ہیں کہ وہ اپنا سرمایہ یکجا کر کے مل جل کر تجارتی کام کریں گے۔ اور نفع و نقصان میں شریک رہیں گے۔

۲۔ شرکت وجوہ وہ معاملہ ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ ایسے اشخاص جن کے پاس تجارت کے لئے اپنا سرمایہ سرمایہ نہیں ہوتا لیکن ہر ایک با وجاہت اور صاحب اعتبار اور قابل اعتماد ہوتا ہے۔ جسے لوگ ادھار مال دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ آپس میں یہ طے کرتے ہیں کہ اپنی وجاہت اور ساکھ استعمال کر کے ادھار مال خرید کر بیچیں گے۔

۳۔ شرکت ابدان یا شرکت صنائع و اعمال وہ معاملہ ہے جس میں دو یا دو سے زائد ارباب ہنر و پیشہ جیسے دو بڑھئی یا دو لوہار یا دو درزی۔ یا ڈاکٹر یا انجینئر وغیرہ آپس میں یہ طے کرتے ہیں کہ اپنے ہنر و پیشے کا کام مل جل کر کریں گے اور نفع و نقصان میں شریک رہیں گے۔ اور پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ اگر تمام امور میں مساوات و برابری ہو تو شرکت مفاوضہ اور کمی بیشی اور تفاوت ہو تو شرکت عنان ہے۔

بہرحال عقد شرکت جو بھی قسم اور شکل ہو اس کی تعریف سے بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ اس میں منجملہ دوسری چیزوں کے سب شرکاء کا کام و عمل بھی ضروری ہے۔ گویا یہ چیز معاملہ شرکت کی حقیقت میں داخل اور اس کی ماہیت کا جزو لاینفک ہے۔ لہذا یہ خیال کہ معاملہ شرکت ایک فریق کے عمل کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔ بدیہی طور پر غلط ہے۔

قرآن حکیم کی جن آیات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جن احادیث سے معاملہ شرکت کا جواز ثابت ہوتا ہے ان سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ معاملہ شرکت کے اندر سب شرکا کا عمل بھی ایک ضروری چیز ہے۔ مثلاً سورۃ کہف کی آیت أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ لیکن وہ کشتی لیس وہ چند مساکین کی مشترک ملکیت تھی جو باہمی اشتراک کے ساتھ مل جل کر دریا میں کام کرتے تھے۔

اس قرآنی آیت میں يَعْمَلُونَ کا لفظ صاف بتاتا ہے کہ کشتی کے مالک سب شرکا کام وعمل کرتے تھے یعنی کشتی رانی کا کام۔

شرکت کے جواز سے متعلق دوسری آیات سورہ القلم کی وہ آیات ہیں جن میں باغ و کھیت والوں کا ذکر ہے ان آیات کے اندر لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ اور أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ باغ اور کھیت کے مالک جملہ شرکا مل جل کر اشتراک کے ساتھ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔

ایک اور آیت جو شرکت کے جواز میں پیش کی جاتی ہے سورہ ص کی یہ آیت ہے:-

إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۞ — بلاشبہ بہت سے مل جل کر کام دھندہ کرنے والے بعض دوسرے بعض پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں۔

اس آیت میں لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ شرکا میں سے ہر ایک ظلم و زیادتی کا مرتکب ہو سکتا ہے اور چونکہ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہر ایک کام وعمل کر رہا ہو۔ لہذا مذکورہ الفاظ سے معاملہ شرکت میں ہر شریک کا عمل پایا جانا ظاہر ہوتا ہے۔

یہی چیز ان احادیث نبویہ سے ثابت ہوتی ہے جو معاملہ شرکت کے جواز میں پیش کی جاتی ہیں مثلاً اس حدیث کو لیجئے۔

عن ابي هريرةؓ ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الله يقول انا ثالث الشريكين ما لم يخن احدهما صاحبه فاذا خانه خرجت من بينهما

سنن ابی داؤد

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں دو شریکوں کا تیسرا ہوتا ہوں جب تک ان میں ایک دوسرے کی خیانت نہیں کرتا۔ چنانچہ جب ان میں سے ایک خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔

چونکہ معاملے کے شرکا میں سے ہر ایک دوسرے کی خیانت اسی صورت میں کر سکتا ہے جب ہر ایک عمل اور تصرف میں شریک ہو۔ لہذا اس سے معاملہ شرکت میں ہر شریک کا عمل بھی پایا جانا ثابت ہوتا ہے۔

بہر حال یہ حقیقت ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ معاملہ شرکت میں مال، وجاہت اور ہنر کے ساتھ

یہ شریک کا تجارتی یا صنعتی عمل بھی ایک ضروری چیز ہے۔ اور درا صل یہی چیز شرکت کو مضاربت سے الگ کر دیتی ہے جس میں صرف ایک فریق کا تجارتی عمل ہوتا ہے اور دوسرے کا صرف سرمایہ۔ اور میں سمجھتا ہوں اسی کی وجہ سے معاملہ شرکت بغیر کسی کراہت کے اور بالاتفاق جائز ہے۔ اور اس کا جواز عقل و قیاس کے عین مطابق ہے۔

پھر جب یہ زیر بحث معاملہ نہ مضاربت کا ہے اور نہ شرکت کا معاملہ تو ظاہر ہے کہ اس کے جواز کے لئے وہ دلائل مفید و کارآمد نہیں ہو سکتے جو قرآن و حدیث میں مضاربت اور شرکت کے جواز سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا جو حضرات اس معاملے کو اسلامی کہتے ہیں۔ اُن سے نہایت ادب کے ساتھ پوچھا جا سکتا ہے کہ ان کے پاس اس معاملہ کے جواز کے لئے قرآن و حدیث سے کیا دلائل ہیں۔ کیونکہ کسی معاملہ کو اسلامی یا غیر اسلامی یا شرعاً جائز و ناجائز کہنا اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب اس کے لئے کتاب و سنّت میں ثبوت موجود ہو اس لئے کہ احکام شریعت کا اصل منبع و سرچشمہ کتاب و سنّت اور قرآن و حدیث ہے۔ جہاں تک فقہ کا تعلق ہے وہ بھی گو کتاب و سنّت سے ماخوذ ہے لیکن اس میں اجتہادی مسائل کے بارے میں فقہائے کرام کے جو مختلف اقوال ہیں نہ تو سب کے سب صحیح ہیں اور نہ سب کے سب غلط۔ بلکہ ان میں بعض صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح ہیں کیونکہ مجتہد کی اجتہادی رائے صواب بھی ہو سکتی ہے اور خطا بھی۔ لہٰذا کسی فقیہہ کا ایسا قول جس کی اصل اور سند کتاب و سنّت میں موجود نہ ہو اسلامی نہیں کہلا سکتا۔ بنابریں ضروری ہے کہ زیر بحث معاملہ کے جواز کے لئے جو دلائل پیش فرمائے جائیں وہ اجمالی یا تفصیلی قرآن و حدیث سے ضرور تعلق رکھتے ہوں۔ کسی فقیہہ کا قول پیش کیا جائے تو اس کے ساتھ قرآن و حدیث کی وہ نص ضرور نقل کی جائے جس سے اس فقیہہ نے وہ قول نکالا اور مستنبط کیا ہے۔ تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ قیاس و استنباط صحیح ہے یا صحیح نہیں۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ حنفی فقہاء نے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے کتنے اقوال کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ وہ دلیل کے لحاظ سے کمزور ہیں اور جس استدلال پر وہ مبنی ہیں صحیح نہیں۔ اسی طرح خود حضرت امام ابو حنیفہؒ کے کتنے اقوال کو چھوڑا اور صاحبینؒ کے اقوال کو یہ کہہ کر اختیار کیا کہ دلائل کے لحاظ سے یہ زیادہ وزنی اور قابل اعتماد ہیں۔ تو پھر بعد کے فقہاء میں ایسا کون ہے جس کی رائے اور بات کو بلا دلیل مان لیا جائے اور یہ نہ دیکھا جائے کہ وہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے یا نہیں؟

غرضیکہ اگر معاملہ زیر بحث کے متعلق ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ یہ شریعت اسلامی کی رو سے جائز اور اسلامی معاملہ ہے تو ہمیں اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ضرور بتانا ہو گا۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن و حدیث میں ہر ہر جزوی مسئلہ کے متعلق الگ الگ جزوی و تفصیلی احکام موجود نہیں۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے اندر

ایسے اصول کلیہ اور مبادی عامہ بھی موجود نہ ہوں جن میں تمام جزوی مسائل کے لئے اجمالی ہدایت پائی جایا کرتی ہے لہذا ضروری ہے کہ قرآن وحدیث میں معاشی معاملات کے جواز و عدم جواز سے متعلق جو اصل کلی اور مبدا عام ہے اس کی رو سے معاملہ زیر بحث کو جائز ثابت کیا جائے کیونکہ ایسے جزوی مسئلہ کے لئے جس کا قرآن وحدیث میں صراحۃً ذکر نہیں شرعی حکم معلوم کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ اصول ومبادی کی روشنی میں قیاس و اجتہاد کے ذریعے معلوم ومتعین کیا جائے۔

یہاں یہ عرض کر دینا نہایت ضروری ہے کہ رپورٹ مذکورہ کے صفحہ ۱۰ پر زیر بحث معاملہ کے جواز میں بطور دلیل وحجت سورہ نساء کی جو آیت پیش کی گئی ہے اس سے نہ صرف یہ کہ اس معاملے کا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ الٹا عدم جواز نکلتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ ؕ آیت ۲۹	اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ، لیکن تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو تو مضائقہ نہیں۔

اس ترجمے کے ساتھ رپورٹ میں جو تفسیری نوٹ لکھا ہے وہ یہ ہے:۔

" یہ آیت واضح طور سے بتاتی ہے کہ کسی کا مال ناجائز طریقے جیسے سود قمار یا دھوکا ہتھیانا حرام ہے۔ اس کے برعکس باہمی رضامندی اور منصفانہ معاملے کے ذریعے ایک دوسرے کے مال و دولت سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے "

مطلب یہ کہ چونکہ نفع ونقصان میں شرکت کا معاملہ باہمی رضامندی سے اور منصفانہ ہے لہذا اس آیت کی رو سے جائز ہے۔

اس قرآنی آیت سے معاملہ مذکورہ کا جواز ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس آیت کی وہ تفسیر سامنے ہو جو کثیر التعداد مفسرین نے اپنی عربی اردو تفاسیر میں لکھی ہے۔

مفسرین حضرات نے لکھا ہے کہ اس آیت کے پہلے حصہ میں مسلمانوں کو ایسے تمام طریقوں کے ذریعے ایک دوسرے کا مال لینے سے روکا اور منع کیا گیا ہے جو باطل کی تعریف میں آتے ہیں خواہ وہ معاملات ہوں یا غیر معاملات۔ اور دوسرے حصہ میں صرف ایسی تجارت کے ذریعے ایک دوسرے کا مال لینے کی اجازت دی گئی ہے جو فریقین کی باہمی رضامندی سے ہو۔

تجارت کے معنے بعض مفسرین کے نزدیک معاملہ بیع وشراء اور خرید و فروخت کے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک بیع وشرا اور محنت و مزدوری دونوں کے ہیں۔ گویا نفع کمانے کی غرض سے بیع وشرا اور خرید و فروخت کا کام

بھی تجارت ہے اور معاوضے کی خاطر محنت و مزدوری کا کام و عمل بھی تجارت ہے۔ تجارت کے اس دوسرے معنے و مطلب کو ترجیح دینے اور اختیار کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں۔

"مضمون آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ کسی کا مال ناحق کھانا حرام ہے لیکن رضامندی کے ساتھ بیع و شرا یا ملازمت و مزدوری کا معاملہ ہو جائے تو اس طرح دوسرے کا مال حاصل کرنا اور اس میں مالکانہ تصرفات کرنا جائز ہے"

(صفحہ ۳۷۷۔ جلد ۲)

بہرحال تجارت کے معنے صرف خرید و فروخت کے معاملے کے ہوں یا اس کے ساتھ ساتھ محنت و مزدوری کے معاملے کے بھی ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ معاملہ زیر بحث تجارت کی تعریف میں نہیں آتا۔ کیونکہ شراکتی کھاتے والا فریق نہ بیع و شرا، اور خرید و فروخت کا کام کرتا ہے اور نہ محنت و مزدوری کا کام۔ لہذا اس آیت سے اس کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور یہ آیت کسی طرح اس کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی۔ بلکہ تجزیہ کر کے غور سے دیکھا جائے تو الٹا یہ معاملہ ان معاملات کی فہرست میں نظر آتا ہے جو باطل کا مصداق ہیں اور جن سے آیت کے پہلے حصہ میں منع کیا گیا ہے۔ وہ اس طرح کہ متعدد مفسرین نے باطل کی تفسیر بغیر حق۔ بدون مقابل اور بغیر عوض کی ہے۔ اور بعض نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت حسن بصری کے حوالے سے باطل کی یہ تعریف نقل کی ہے:۔

"الباطل ھو کل ما یوخذ من الانسان بغیر عوض" باطل ہر وہ مال ہے جو کسی انسان سے بغیر عوض کے لئے جائے۔

تفسیر المنار میں لکھا ہے:۔

اما الباطل مالم یکن فی مقابلۃ شیئ حقیقی — پس باطل وہ مال ہے جو کسی حقیقی شے کے مقابلہ میں نہ ہو

بلکہ اکل بالباطل کے یہ معنے خود قرآن کی بعض دوسری آیات سے بھی مفہوم ہوتے ہیں جیسے سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۸ جس میں رشوت لینے اور رشوت کے ذریعے دوسرے کا حق مارنے کو اکل بالباطل سے تعبیر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو جس سے رشوت لیتا ہے یا جو رشوت کے ذریعے دوسرے کا حق مارتا ہے اس کی طرف سے رشوت دینے والے کے لئے کوئی حقیقی عوض و بدل نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کے لئے کوئی عوض و بدل ہوتا ہے جس کا حق مارا گیا۔ اور جیسے سورۂ توبہ کی آیت ۳۴ میں اس مال کے لینے اور کھانے کو اکل بالباطل فرمایا گیا ہے۔ جو بعض احبار و رہبان یعنی علماء و مشائخ مکر و فریب کے ذریعہ عام لوگوں سے لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بعض مولوی اور پیر مکر و فریب وغیرہ کے ذریعے عام لوگوں سے جو مال وغیرہ وصول کرتے ہیں اس کے عوض ان کی طرف سے عوام کے لئے کوئی حقیقی بدل اور عوض موجود نہیں ہوتا جو انہیں اس مال کا حقدار قرار دیتا ہو لہذا وہ دوسروں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔

اسی طرح جو شخص سود۔ قمار۔ رشوت۔ چوری۔ غصب، خیانت اور دھوکہ دہی کے ذریعے دوسرے کا مال لیتا

اور کھاتا ہے۔ چونکہ ان طریقوں میں بھی اس کی طرف سے دوسرے کے لئے اس کے مال کا کوئی حقیقی بدل اور عوض موجود نہیں ہوتا نہ مادی اشیاء کی شکل میں اور نہ خدمت و محنت کی شکل میں ہوا ہے اس لئے ہوئے مال کا حقدار ٹھہراتا ہو۔ لہٰذا یہ طریقے بھی باطل کی تعریف میں آتے ہیں۔ بہت سے مفسرین حضرات نے ان طریقوں کا باطل کی تفسیر اور توضیح میں ذکر کیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ کیسے باطل کے تحت آتے ہیں اور ان کے باطل ہونے کی وجہ کیا ہے۔

اکل بالباطل اور باطل طریقوں کی جو تفسیر و تشریح پیش کی گئی ہے۔ اس کی روشنی میں معاملہ زیر بحث کا جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ معاملہ بھی باطل معاملات میں داخل ہے۔ کیونکہ اس میں شراکتی کھاتہ دار سے اس کے اصل سرمائے پر جو زائد مال طے کیا گیا ہے وہ بغیر کسی عوض و بدل کے ہے۔ کھاتہ دار کی طرف سے نہ اس کا بدل اور عوض کسی مادی شئے کی شکل میں ہے اور نہ محنت و خدمت کی شکل میں۔ لہٰذا وہ جو کچھ بھی زائد لیتا ہے اپنا حق نہیں دوسرے کا حق لیتا ہے جس کا دوسرا نام اکل بالباطل ہے۔

یہاں اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اکل بالباطل اور باطل طریقوں کا جو مفہوم و مطلب بتایا گیا ہے اس کے مطابق معاملہ مضاربت بھی جائز نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس میں بصورت نفع، سرمائے والے فریق کو اپنے اصل سرمائے پر جو زائد ملتا ہے اس کے عوض اس کی طرف سے نہ کوئی مادی شئے ہوتی ہے اور نہ محنت و خدمت۔ حالانکہ معاملہ مضاربت کو بالاتفاق جائز مانا گیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ کہ معاملہ مضاربت کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں سرمائے والا فریق یہ طے کرتا ہے کہ اگر تجارت میں نقصان ہوگا تو وہ نقصان پورے کا پورا وہ خود برداشت کرے گا۔ کام کرنے والا فریق اس میں بالکل شریک نہ ہوگا جب کہ عموماً نقصان و خسارہ کام کرنے والے کی ناتجربہ کاری، ناسمجھی اور غفلت و کوتاہی کی وجہ سے ہوا کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرمائے والا فریق کام کرنے والے فریق کے لئے ایک طرح کا مالی ایثار کرتا ہے جو گو بالفعل نہ سہی لیکن بالقوہ ضرور ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ ایثار اس زائد مال کا بدل اور عوض بن جاتا ہے۔ جو نفع کی صورت میں سرمائے والے فریق کو بطور ایک نسبتی حصہ کے ملتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ عوض اس طرح کا نہیں جس طرح کا بیع و شراء اور محنت و نوکری میں ہوتا ہے لہٰذا معاملہ مضاربت کے جواز کی بھی وہ حیثیت نہیں جو معاملہ بیع و شراء اور معاملہ محنت و خدمت کے جواز کی ہے۔

علماء اصول الفقہ نے جواز کے دو معنے لکھے ہیں۔ ایک جواز بمعنے عدم حرام جس سے کراہیت کی نفی نہیں ہوتی۔ اس معنے کے لحاظ سے کسی چیز کے جائز ہونے کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ حرام نہیں لیکن مکروہ ہو سکتی ہے اور دوسرا جواز بمعنے وجوب و استحباب۔ اس معنے کے لحاظ سے کسی چیز کے جائز ہونے کا مطلب ہوتا ہے وہ واجب یا مستحب ہے۔ معاملہ مضاربت کا جواز پہلی قسم کا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ معاملہ حرام نہیں۔ جب کہ معاملہ بیع و شراء اور معاملہ محنت و مزدوری کا جواز دوسری قسم کا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ معاملے مستحب و

ومندوب ہیں۔ کیونکہ ان میں انسان کو زحمت و تکلیف اٹھانی پڑتی اور وہ اپنی محنت کا پھل کھاتا ہے جس کو احادیث میں انسان کی بہترین اور پاکیزہ ترین کمائی بتایا گیا اور جس پر اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔

زیر بحث معاملے کو مضاربت پر اس لئے بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں سرمائے والے فریق کی طرف سے کام کرنے والے فریق کے لئے وہ ایثار موجود نہیں جو معاملہ مضاربت میں ہے۔ کیونکہ اس میں نقصان کی صورت میں کام کرنے والے کو بھی نقصان میں شریک ٹھہرایا گیا ہے۔

اسی طرح یہ زیر بحث معاملہ، عادلانہ اور منصفانہ معاملہ بھی نہیں اس لئے کہ اس میں اگرچہ دونوں فریق نفع و نقصان میں برابر کے شریک ٹھہرائے گئے ہیں۔ لیکن ایک فریق کی دماغی جسمانی محنت و مشقت موجود ہے اور دوسرے کی کوئی محنت و مشقت موجود نہیں۔ ایک محنت و مشقت کرکے نفع کے ایک حصہ کا حقدار بنتا ہے اور دوسرا بغیر کسی محنت و مشقت کے نفع کے ایک حصہ کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ انصاف نہیں کھلی ہوئی ناانصافی ہے۔ انصاف فریقین معاملہ کے درمیان مساوات و برابری چاہتا ہے جو اس معاملے میں موجود نہیں۔

سطور بالا میں آیت مذکور کی تفسیر و تشریح سے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے یہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ اس قرآنی آیت سے معاملہ زیر بحث کا کوئی جواز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے برعکس اس کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔ ممکن ہے جن حضرات نے یہ معاملہ تجویز فرمایا ہے ان کے پاس اس آیت کے علاوہ قرآن و حدیث سے کچھ اور دلائل بھی ہوں جو اس رپورٹ میں نہ لکھے گئے ہوں اگر ایسا ہے تو وہ بھی سامنے آنے چاہئیں تاکہ حقیقت حال کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

دوسری بات جو مجھے اس مضمون میں عرض کرنی ہے وہ ربا اور سود کے اس تصور سے متعلق ہے جس کو اس رپورٹ میں ملحوظ رکھا گیا اور جس کے مطابق سودی اور غیر سودی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطالعہ سے مجھے ایسا محسوس ہوا ہے کہ اسے لکھنے اور مرتب کرنے والے ماہرین اقتصادیات نے نہ ربا و سود کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش فرمائی ہے اور نہ اس کے حرام ہونے کی اصل وجہ کو پوری توجہ کے ساتھ جاننے کی زحمت فرمائی ہے بلکہ اس بارے میں سطحی اور سرسری معلومات پر اعتماد و بھروسہ کیا ہے جو حقیقت میں صحیح نہیں۔ مثلاً بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ربا و سود صرف اس زیادتی کا نام ہے جو قرض کی اصل رقم پر فیصد کے لحاظ سے متعین ہو۔ مثلاً پانچ فیصد، دس فیصد، پندرہ فیصد وغیرہ۔ اگر اس طرح متعین نہ ہو تو وہ ربا و سود نہیں اور نہ شرعاً حرام ہے حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ احادیث نبویہ اور آثار صحابہؓ کی رو سے ہر وہ زیادتی ربا اور حرام ہے جو شروع میں قرض کی اصل رقم پر طے کی گئی ہو۔ خواہ وہ متعین ہو یا غیر متعین، کم ہو یا زیادہ۔ نقد کی شکل میں ہو یا اجناس واشیاء کی شکل میں۔ چنانچہ اگر ایک شخص دوسرے کو قرض یہ کہہ کر دیتا ہے کہ تمہیں یہ رقم ایک سال کے بعد کچھ اضافے کے

ساتھ واپس کرنی ہوگی۔ تو یہ معاملہ قطعی طور پر ربا و سود کا ہے۔ حالاں کہ اس میں اضافے اور زیادتی کا تعین نہیں۔

مذکورہ غلط فہمی اس سے پیدا ہوئی کہ بعض سطح بین حضرات نے یہ سمجھا کہ مضاربت میں بصورت نفع، سرمایہ والے کے لئے اصل سے زائد لینا اس لئے حلال و جائز ہے کہ اس میں زائد کا فیصد کے لحاظ سے تعین نہیں ہوتا اور پھر اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ معاملہ ربٰو و سود میں اصل پر زائد لینا اس لئے حرام ہے کہ اس کا فیصد کے لحاظ سے یا مطلقاً تعین ہوتا ہے۔ گویا انہوں نے یہ سمجھا کہ زیادتی کے حلال و حرام ہونے کا دار و مدار اس کے تعین و عدم تعین پر ہے۔ حالاں کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ نہ مضاربت کے جواز کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں اصل پر زائد کا فیصد کے لحاظ سے تعین نہیں ہوتا۔ اور نہ ربا کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اصل پر زائد کا فیصد کے لحاظ سے تعین ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے حلال اور حرام ہونے کی دوسری وجوہ ہیں جن میں سے بعض کا پیچھے ذکر ہوا ہے۔

حقیقت ربا و سود کے متعلق ایک اور غلط فہمی جس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں یہ کہ جو مال دوسرے کو لفظ قرض کے ساتھ دیا جائے اس پر اضافہ اور زیادتی تو سود ہے اور جو لفظ قرض کے ساتھ نہ دیا جائے اس پر اضافہ اور زیادتی سود نہیں لہٰذا اس کا لینا جائز ہے۔

اور یہ سمجھنا اس وجہ سے غلط ہے کہ ربا و سود کا تعلق لفظ قرض سے نہیں بلکہ حقیقت قرض اور معاملہ قرض سے ہے۔ اور معاملہ قرض وہ معاملہ ہے جس میں ایک شخص اپنا مال اپنی ملکیت سے نکال کر دوسرے کی ملکیت میں دیتا اور یہ طے کرتا ہے کہ مقررہ میعاد کے بعد دوسرا شخص ویسا ہی مال پورے کا پورا اس کو واپس کرے گا۔ اب اگر اس کے ساتھ کسی اضافے کی شرط نہ ہو تو وہ قرض حسنہ ہے۔ اور اضافے کی شرط ہو تو وہ ربا اور سودی قرضہ ہے۔ بالفاظ دیگر حقیقت قرض یہ ایک شخص کا دوسرے ضرورت مند کو اپنا مال ایک خاص وقت تک کے لئے اس طور پر دینا کہ اب وہ مال دوسرے کی ملکیت میں ہے اور وہ اس میں جو چاہے مالکانہ تصرف کر سکتا ہے۔ اور جس طرح چاہے اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے البتہ وقت مقرر کے بعد اسے ویسا ہی مال ضرور واپس کرنا پڑے گا۔ شریعت میں قرض سے متعلق جو احکام ہیں۔ ان کا تعلق اسی حقیقت قرض سے ہے لفظ قرض سے نہیں۔ ربا و سود کا تعلق بھی اسی حقیقت قرض سے ہے مثلاً جو شخص جو اپنا مال دوسرے کو برتنے کے لئے اس تحفظ اور ضمانت کے ساتھ دیتا ہے کہ عند المطلب یا وقت مقرر پر وہ مال اسے پورے کا پورا مع اضافہ کے ادا کیا جائے گا۔ تو اس معاملے کا نام خواہ کچھ ہی رکھا جائے لیکن حقیقت کے لحاظ سے ربا کا معاملہ ہے نام کے بدلنے سے شئے کی حقیقت کبھی نہیں بدلتی۔ اور نہ اچھے برے اثرات میں کچھ کمی بیشی واقع ہوتی ہے جو اس شئے کے ساتھ مخصوص و مختص ہیں۔ مثلاً معاملہ ربا و سود کو اس کے جن برے اثرات و نتائج کی وجہ سے حرام و ممنوع ہے خواہ آپ اس کا نام کچھ بھی رکھیں اسے نفع و فائدہ کہیں یا ہدیہ یا انعام۔ زہر کو تریاق

اور تریاق کو زہر کہنے سے نہ اس کی حقیقت بدلتی ہے اور نہ اس کی خاصیت ۔

لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بلاسود بنکاری کی رپورٹ میں حقائق کو الفاظ سے اور مقاصد کو وسائل سے بدلنے اور حیلوں کے ذریعے حرام کو حلال بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے ۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائیے ۔

تیسری بڑی غلط فہمی ممانعت سود کی توجیہہ کے بارے میں ہے ۔ جس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں اور جو اس رپورٹ میں بھی جلوہ گر نظر آتی ہے ۔ اس بارے میں رپورٹ کے ص- ۱۱۶ اور سترہ پر جو تحریر فرمایا گیا ہے وہ بلفظہ اور حرف بحرف درج ذیل ہے :-

" صرفی ضروریات کے قرضوں پر ممانعت کی عقلی توجیہہ بالکل واضح ہے ۔ ایسے قرضے زیادہ تر پریشان حال لوگ لیتے ہیں ۔ تاکہ ان کی ایسی فوری اور شدید ضروریات پوری ہوسکیں جن کے لئے ان کے پاس ذاتی وسائل موجود نہیں ۔ انسانیت اور اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے سود لے کر انہیں مزید زیر بار نہ کیا جائے ۔ البتہ جہاں تک پیداواری ضروریات کے قرضوں پر سود لینے کا معاملہ ہے تو اسلام نے اس کی ممانعت اپنے معاشرتی فلسفے کے پیش نظر کی ہے جس کا بنیادی اصول معاشرے میں عدل و انصاف قائم کرنا ہے "

اس عبارت میں سود کی دو قسمیں کرکے ہر قسم کی ممانعت کی الگ الگ توجیہہ بیان فرمائی گئی ہے نجی ضروریا کے قرضوں پر ممانعت سود کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس قسم کا سود اخلاقی تقاضوں کے مطابق نہیں ۔ لہذا اس سے منع کیا گیا ہے ۔ گویا اس قسم کے سود کی ممانعت قانونی نہیں اخلاقی ہے ۔ اور اس کا لینا حرام نہیں مکروہ ہے یعنی اس کا نہ لینا لینے سے اچھا ہے ۔

بلاشبہ یہ توجیہہ قرآن مجید کی رو سے غلط و باطل ہے ۔ اس لئے کہ قرآن مجید نے ربا کی ہر قسم کو خواہ وہ نجی اور صرفی ضروریات کے قرضوں سے تعلق رکھتی ہو یا تجارتی مقاصد کے قرضوں سے متعلق ہو لفظ ظلم سے تعبیر فرمایا ہے ۔ جو عدل کی ضد اور حق تلفی کے مرادف ہے ۔ اور چونکہ ظلم و حق تلفی حرام اور اس کی ممانعت قانونی ہے لہذا قرآن حکیم کے مطابق ہر قسم کی ربا کی ممانعت قانونی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والے بتایا گیا اور ان کے لئے شدید عذاب کی وعید ہے جو کسی غیر اخلاقی مکروہ قسم کے جرم پر نہیں ہوسکتی ۔

عبارت مذکورہ میں پیدا آوری ضروریات کے قرضوں پر سود کی ممانعت کی وجہ یہ لکھی گئی ہے کہ چونکہ اس قسم کا سود اسلام کے معاشرتی فلسفے جس کا بنیادی اصول معاشرے میں عدل و انصاف کا قیام ہے ، کے

کے خلاف ہے لہٰذا اس سے منع فرمایا گیا ہے یہ توجیہہ اجمالی طور پر تو صحیح ہے لیکن اس کے متصل بعد اس کی جو توضیح و تفصیل لکھی گئی ہے اس کے لحاظ سے غلط ہے۔ " گویا کلمۃ حق اُرید بہا الباطل" کا مصداق ہے۔ اس توضیح و تفصیل میں لکھتے ہیں:۔

" پھر اس کے برعکس ایک اور صورت حال بھی ہے اور وہ یہ کہ اگر صاحب زر کا نفع میں سود کے بطور ایک حصہ پہلے مقرر کر دیا جائے لیکن نفع بے حد و حساب ہو تو ایسی صورت میں نفع کا بیشتر حصہ کاروباری فریق لے جائے گا۔ اور صاحب زر کو سود کی شکل میں پہلے سے متعین محدود نفع پر قانع ہونا پڑے گا"

چونکہ یہاں بات اس سود کے متعلق ہو رہی ہے جو پیداوار اور تجارتی مقاصد کے قرضوں پر لیا دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ قرض مال کے ساتھ تجارت میں مقروض کو جو نفع حاصل ہوتا ہے اس نفع میں مُقرض یعنی قرض دینے والے کا بھی لازمی حصہ ہوتا ہے۔ جو اس کو پورا اور ضرور ملنا چاہئے ورنہ عدل نہ ہوگا۔ جو اسلام کے معاشرتی فلسفے کا بنیادی اصول ہے۔ حالاں کہ یہ مطلب قطعی طور پر غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ یہ فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ قرض کا مال، مقرض کی ملکیت سے نکل کر مقروض کی ملکیت میں چلا جاتا ہے۔ اور اس مال کی حیثیت گویا اس کے ذاتی مال کی سی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس مال کے ساتھ محنت کر کے کمائے ہوئے نفع کی حیثیت بالکل ویسی ہوتی ہے جو اس کے دوسرے مال کے ساتھ کمائے ہوئے نفع کی حیثیت۔ یعنی وہ تمام کا تمام نفع اس کا حق ہوتا ہے دوسرا کوئی اس کے کسی حصے کا حقدار نہیں ہوتا خواہ وہ قرضخواہ ہو یا غیر قرض خواہ۔ جب حقیقت یہ ہے۔ تو پھر قرضخواہ کم لے یا زیادہ۔ اپنا حق نہیں دوسرے کا حق لیتا ہے جو عدل کے منافی اور ظلم ہے۔ قرآن مجید سے اس کا ثبوت یہ کہ اس نے ربا اور سود سے توبہ کرنے اور اس سے باز آنے والوں سے کہا ہے کہ تم صرف اپنا اصل مال لے سکتے ہو اس پر زائد کچھ نہیں لے سکتے اگر زائد کچھ بھی لو گے تو تمہارا یہ لینا ظلم ہوگا۔ سورہ بقرہ کی آیت ہے:۔

وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ۔ اگر تم سود سے تائب ہو جاؤ تو پھر تمہارے لئے تمہارے اصل اموال ہیں۔ ان سے زائد کر نہ تم دوسروں پر ظلم کرو اور نہ دوسرے تمہارے اصل میں کمی کر کے تم پر ظلم کریں۔

اس قرآنی آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرض خواہ صرف قرض کی اصل رقم لینے کا حقدار ہوتا ہے اس پر زائد کچھ بھی لینے کا حقدار نہیں ہوتا۔ خواہ اس رقم کے ساتھ کام کر کے قرضدار نے کتنا ہی زیادہ نفع کیوں نہ کمایا ہو۔ لہٰذا اس سے اس بات کی نفی اور تردید ہو جاتی ہے جو عبارت مذکور میں لکھی گئی ہے یعنی یہ کہ قرض کی رقم

کے ساتھ قرضدار کام کر کے جو نفع کماتا ہے اس میں قرضخواہ کا بھی حق اور حصہ ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اگر یہ بات اس اصولی تصور کی بنیاد پر کہی گئی ہے کہ محنت کی طرح سرمایہ بھی دولت کو پیدا کرتا ہے۔ لہذا جس کاروبار میں ایک کی محنت اور دوسرے کا سرمایہ ہو اس کا منافع دونوں کے درمیان تقسیم ہونا چاہیے۔ محنت سے پیدا شدہ حصہ محنت کش کو اور سرمائے سے پیدا شدہ حصہ سرمایہ دینے والے کو ملنا چاہیے تو چونکہ یہ اصولی تصور کئی وجوہ سے غلط و باطل ہے

اس اصولی تصور کے غلط اور باطل ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ نفس الامر کے خلاف ہے کیونکہ واقعہ میں کوئی سرمایہ خواہ کسی شکل میں بھی ہو اپنے وجود کو جوں کا توں پوری طرح قائم و برقرار رکھتے ہوئے کسی نئی چیز کے وجود کا باعث نہیں بنتا نہ بیکار پڑے رہنے کی شکل میں اور نہ کاروبار کے اندر استعمال ہونے کی شکل میں۔ کاروبار کی جن صورتوں میں سرمائے کے ذریعے پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے ان صورتوں میں سرمایہ اپنی حالت پر جوں کا توں پوری طرح برقرار نہیں رہتا۔ بلکہ جزوی یا کلی طور پر تحلیل ہو کر اس پیداوار میں مل جاتا ہے جو نئی محنت سے وجود میں آتی ہے۔ گویا سرمائے کے ذریعہ پیداوار میں جو اضافہ ہوتا ہے وہ سرمائے کے پیدا کرنے سے نہیں بلکہ سرمائے کے ایک حصہ کے اس میں منتقل ہو جانے سے ہوتا ہے سطح بین لوگوں کو اس سے دھوکا لگتا اور وہ اس فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ سرمائے نے اس کو پیدا کیا اور سرمایہ دولت کو پیدا کرتا ہے۔ پیدا کرنا دراصل اس کا وصف ہے۔ جو زندگی اور حس و حرکت رکھتا ہو اور سرمایہ اس وصف سے عاری ہوتا ہے لہذا اس کی طرف کسی چیز کو پیدا کرنے کی نسبت صحیح نہیں ہوتی۔

دوسری وجہ اس اصولی تصور کے باطل ہونے کی یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے سے قومی دولت چند ہاتھوں میں سمٹتی اور اس کی گردش کا دائرہ چند سرمایہ داروں تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور قومی معیشت کی گاڑی ان کی مرضی کے مطابق چلتی ہے کیونکہ وسائل دولت پر ان کا قبضہ و تسلط ہو جاتا ہے جس کا اسلام مخالف ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے۔

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ :تاکہ مال کی گردش تم میں سے چند اغنیاء کے درمیان محدود ہو کر نہ رہ جائے۔

یہ اس لئے کہ اس سے معاشرے میں غیر فطری قسم کا معاشی عدم توازن پیدا ہوتا ہے اور پھر اس سے گوناگوں معاشی اور سماجی برائیاں جنم لیتی اور معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہیں۔ اسلام چونکہ یہ چاہتا ہے کہ معاشرے کے ہر ہر پہلو میں مکمل اعتدال و توازن پیدا ہو جو پائیدار اطمینان کی بنیاد ہے لہذا اس کے نزدیک ہر وہ نظریہ اور اصول باطل قرار پاتا ہے جس سے معاشرے کا توازن بگڑتا اور بدامنی و بے چینی وجود میں آتی ہو۔ اور چونکہ زیر بحث

تصور بھی ایسا ہی تصور ہے لہٰذا باطل و مردود قرار پاتا ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ اس کے باطل ہونے کی یہ کہ اس سے معاشی حق و عدل کے مختلف و متضاد پیمانے وجود میں آتے اور مزدور اور سرمایہ دار کے درمیان کبھی ختم نہ ہوسکنے والے نزاع و جدال کا دروازہ کھلتا ہے وہ اس طرح کہ اس اصولی تصور کو ماننے والے آج تک یہ متعین نہیں کرسکے اور یقیناً وہ آئندہ بھی کبھی نہیں کرسکیں گے کہ دولت کے پیدا کرنے میں محنت کا کتنا عمل دخل ہوتا ہے اور سرمائے کا کتنا عمل دخل۔ بنا بریں آج تک یہ مسئلہ اندھیرے میں ہے کہ محنت اور سرمائے کے اشتراک سے جو دولت پیدا ہوتی ہے اس میں فیصد کے لحاظ سے محنت کش کا کتنا حق ہوتا ہے اور سرمایہ دار کا کتنا حق، بلکہ ان لوگوں نے اس کے تعین کا معاملہ فریقین کی مرضی پہ چھوڑ دیا ہے کہ وہ جو بھی آپس میں طے کرلیں وہی ہر ایک کا حق ہے لیکن عملاً اس کا تعین سرمایہ دار کی مرضی سے ہوتا ہے وہ جو طے کرتا ہے محنت کش کو اپنی مجبوری کی بنا پر وہی ماننا پڑتا ہے۔ اور اس میں سرمایہ دار کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ خود زیادہ سے زیادہ لے اور محنت کش کو صرف اتنا دے کہ اس کی قوت کار بحال رہے اور کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ محنت کش سرمایہ دار کے طے کردہ کو مان تو لیتا ہے لیکن اسے برابر یہ احساس رہتا ہے کہ اس کی حق تلفی ہو رہی ہے چنانچہ جب بھی اسے موقعہ ملتا ہے اجرت میں اضافے کا مطالبہ کر دیتا ہے۔ اگر سرمایہ دار خوشی سے اضافہ نہیں کرتا تو وہ ہڑتال اور توڑ پھوڑ پر اتر آتا ہے۔ اب سرمایہ دار اسی میں اپنا فائدہ دیکھتا ہے کہ کچھ اضافہ کردے۔ چنانچہ کر دیتا ہے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد محنت کش کی طرف سے اجرت بڑھانے کا تقاضا شروع ہوجاتا ہے جب سٹرائک وغیرہ کی نوبت آتی ہے تو سرمایہ دار اپنے مفاد کو بچانے کے لئے کچھ مزید بڑھا دیتا ہے۔ لیکن یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا اور سرمایہ دار اور محنت کش کے درمیان کشمکش ہمیشہ جاری رہتی ہے اور دوسری طرف حق اور عدل و ظلم کے پیمانے برابر بدلتے رہتے ہیں ایک وقت میں معاملے کی جو صورت عدل و انصاف کے مطابق قرار پاتی ہے دوسرے وقت وہی صورت ظلم و ناانصافی کا مصداق ٹھہرتی اور پھر ایک دوسری شکل تجویز کی جاتی اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ حق و عدل کے عین مطابق ہے۔ لیکن آگے چل کر پھر یہ دوسری شکل بھی ظالمانہ قرار پاتی اور ایک تیسری عادلانہ شکل تجویز کی جاتی ہے مثلاً اگر کل عدل و انصاف یہ تھا کہ منافع میں سے دو تہائی سرمایہ دار کو اور ایک تہائی محنت کش کو ملے۔ اس کے برعکس ظلم تھا تو آج یہ عدل قرار پاتا ہے کہ سرمایہ دار کو ایک تہائی اور محنت کش کو دو تہائی ملے۔ اور پچھلی شکل اب مصداق ظلم بن جاتی ہے۔ گویا عدل اور ظلم کے معیار و پیمانے حالات کے تحت بدلتے اور نئی سے نئی شکلیں اختیار کرتے ہیں حالاں کہ اس کے برعکس ہونا یہ چاہیئے تھا کہ حالات، عدل کے ایک متعین اور محکم معیار کے تحت بدلتے بہرکیف اس صورتِ حال کا بغور جائزہ لیا اور اس کے اصل سبب کا کھوج لگایا جائے تو نظر آتا ہے کہ اس کا اصل سبب

وہ مجہول اصولی تصور ہے جو یہ تو کہتا ہے کہ محنت کی طرح سرمایہ بھی مال و دولت کو پیدا کرتا ہے لیکن یہ نہیں بتاتا کہ ان میں سے کون کتنی دولت پیدا کرتا اور کس کا کتنا اس میں حق اور حصہ ہے اور وہ یہ اس لئے نہیں بتا سکتا کہ جو بات بنیاد سے ہی غلط و باطل ہو اس کے درمیان صحت اور حق کے تعین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

غرضیکہ کئی وجوہ ہیں جن کی بنا پر مذکورہ اصولی تصور اسلام کی نظر میں غلط اور باطل قرار پاتا ہے بلکہ دیکھا جائے تو در اصل یہی وہ اصولی تصور ہے جو اسلام کے معاشی نظام کو بنیادی طور پر سرمایہ دارانہ معاشی نظام سے الگ کر دیتا ہے جس طرح کہ ذرائع پیداوار کی شخصی و انفرادی ملکیت کا تصور، اسلامی معاشی نظام کو نظام اشتراکیت سے جدا کر دیتا ہے۔ اور وہ بنیادی طور پر دو مختلف معاشی نظام بن جاتے ہیں۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ نظام سرمایہ داری یعنی کیپٹیلزم کی اساس ہی اس اصول پر قائم ہے کہ محنت اور سرمایہ دونوں مال و دولت کو پیدا کرتے ہیں۔ بلکہ دیکھا جائے تو اس اصولی تصور کی وجہ سے اس نظام کو نظام سرمایہ داری کہا جاتا ہے۔ یعنی سرمائے کو عامل پیداوار ماننے کی وجہ سے ورنہ نفس سرمایہ کو تو اشتراکیت بھی مانتی ہے۔ نظام سرمایہ داری میں معاشی حق و عدل اور معاشی ظلم و ناانصافی کے جو اصول و ضوابط اور محنت و سرمائے کے متعلق جو قوانین و قواعد ہیں وہ سب اسی اصولی تصور پر مبنی ہیں کہ محنت کی طرح سرمایہ بھی دولت کو پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی اصولی تصور کی بنا پر نظام سرمایہ داری میں نفس سود کوئی بری چیز نہیں۔ برائی اگر کچھ ہے تو اس کی شرح کی کمی و بیشی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نظام سرمایہ داری کے ماننے والے کبھی یہ بحث نہیں کرتے کہ سود جائز ہے یا ناجائز بلکہ وہ صرف اس سے بحث کرتے ہیں کہ کن حالات میں اس کی کتنی فیصد شرح ہونی چاہئے اور کتنی نہیں ہونی چاہئے۔ نظام سرمایہ داری کے متعلق یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنے گوناگوں برے اثرات اور تباہ کن نتائج کی وجہ سے دنیا میں کتنا مردود ہو چکا ہے خود اس کے ماننے والے اس سے متنفر و بیزار ہو کر اسے خیرباد کہہ رہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر میں ہیں کیونکہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آچکی ہے کہ اس نظام سے معاشرے میں غیر فطری اور بھیانک قسم کا معاشی عدم توازن اور نشیب و فراز پیدا ہوتا اور اس سے طرح طرح کی اخلاقی۔ معاشرتی۔ معاشی سیاسی اور ثقافتی برائیاں وجود میں آتی ہیں۔ جو معاشرے کو بدامنی و بے چینی کا گہوارہ بنا کر رکھ دیتی ہیں۔ مغرب کے سرمایہ دار معاشرے کے اس نظام کی برائیوں کو کم کرنے اور ان پر قابو پانے کے لئے مختلف تدابیر اور اصلاحات کا سہارا لے رہے ہیں۔ بڑے بڑے رفاہی ادارے ہیں جو رفاہ عام کے لئے کام کر رہے ہیں سرمایہ داروں سے ان کی کمائی کا بڑا حصہ بطور ٹیکس لیا جاتا ہے اور حکومت کے خزانہ میں جمع ہوتا اور

مختلف اجتماعی مصارف میں خرچ کیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ معاشرے روبہ انحطاط اور مائل بہ زوال ہیں کسی کو چین وسکون نصیب نہیں اور اس کی وجہ اس کے اندر معاشی ظلم واستحصال کا پایا جانا ہے۔

سطور بالا میں جو بحث کی گئی اس سے یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب کوئی سرمایہ مال و دولت کو پیدا نہیں کرتا تو پھر اسلام میں مضاربت اور مزارعت کا جواز کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ پیچھے عرض کیا گیا کہ مضاربت کا جواز بمعنے عدم حرام، اس وجہ سے ہے کہ اس میں سرمائے والے کا سرمایہ کام کرنے والے فریق کے پاس بطور قرض نہیں بلکہ بطور امانت ہوتا ہے اور کاروبار میں نقصان ہونے کی صورت میں پورا نقصان سرمائے والا فریق برداشت کرتا ہے۔ نیز بعض صورتوں میں کام کرنے والا فریق مضاربت کے مال کو اپنی ذاتی ضروریات پر بھی خرچ کر سکتا ہے جو نفع کی صورت میں کام کرنے والے کے نفع سے منہا نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ مضاربت کا جواز اس وجہ سے ہرگز نہیں کہ اسلام سرمائے کو پیدائشِ دولت کا عامل تسلیم کرتا ہے۔

جہاں تک مزارعت کا تعلق ہے وہ ایک متنازع فیہ اور نہایت اختلافی معاملہ ہے۔ لیکن یہاں مختصر طور پر عرض کر دینا کافی ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستقلاً مزارعت کی ہر شکل باطل اور فاسد ہے۔ قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج اور الرد علی سیر الاوزاعی میں امام حنیفہؒ کا یہ قول صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جو حضرت امام کی وفات کے تھوڑے عرصے بعد لکھی گئیں جب کہ خود قاضی ابو یوسف مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔

امام مالکؒ کا قول موطا اور مدونہ میں اور امام شافعیؒ کا قول کتاب الام میں صراحۃً مذکور ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق متعدد کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کے نزدیک مزارعت کی صرف ایک شکل جائز ہے جس میں بیج بھی مالک زمین کی طرف سے ہو اور باقی شکلیں ناجائز ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مزارعت کی حیثیت اسلام میں کیا ہے۔ پھر جب یہ معاملہ سرے سے جائز ہی نہیں تو اس سے کسی دوسری بات کے جواز کی گنجائش ہی ختم ہو جاتی ہے۔

رپورٹ مذکور کے مطالعے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اس کے مرتبین کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ اسلام بھی سرمائے کو پیدائش دولت کا عامل تسلیم کرتا ہے۔ لہذا سرمائے والے کو کاروبار کے منافع سے ضرور حصہ ملنا چاہئے۔ اس کا کام کرنا ضروری نہیں۔

بہر حال اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام معاشرے میں کامل عدل و انصاف کا قیام چاہتا ہے لہذا اس کے نزدیک معاشی معاملات اور کاروبار کی وہ تمام شکلیں جائز ہیں جو عدل کے مطابق ہوں اور وہ سب شکلیں ناجائز ہیں جو

عدل کے منافی اور ظلم پر مبنی ہوں۔ لیکن یہ فیصلہ کہ کونسی شکلیں عدل کے مطابق اور کونسی اس کے خلاف ہیں صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب یہ متعین ہو کہ اسلام میں معاشی حق و عدل اور معاشی ظلم و حق تلفی کا تصور کیا ہے جو اشتراکیت اور سرمایہ داری کے تصورات عدل و ظلم سے مختلف بھی ہے اور بہتر بھی۔ لہذا موجودہ معاشی ڈھانچے میں اسلام کے نام پر کوئی ردوبدل اور تغیر و تبدل کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ پوری توجہ و تحقیق کے ساتھ یہ متعین کیا جائے کہ قرآن و حدیث میں معاشی عدل و ظلم کا جو تصور ہے وہ کیا ہے اور اس پر مبنی معاشی اصول کیا ہیں؛ بلکہ اس سلسلہ میں خاص طور پر جس چیز کے تعین کی اشد ضرورت ہے وہ وہ معاشی مقاصد ہیں جن کو اسلام نے اپنے معاشی عدل و ظلم اور معاشی اصول و ضوابط کے تعین میں پوری ملحوظ و مدنظر رکھا ہے۔ اور جن کو وہ اپنے مجوزہ مثالی معاشرے میں بروئے کار لانا اور جلوہ گر دیکھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر نہ اسلام کے معاشی عدل وانصاف اور معاشی اصول و افکار کا صحیح مطلب سمجھ میں آسکتا ہے۔ اور نہ اختلاف کو سلجھایا اور دور کیا جا سکتا ہے جو اسلامی معاشیات کے متعلق علماء کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے اسلام کا معاشی نظام ایک معمّہ بن کر رہ گیا ہے۔ اور جن کو سلجھانے اور دور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ بلکہ سچ پوچھئے تو اسلامی نظریاتی کونسل کے کرنے کا اصل کام یہی تھا کہ وہ اسلامی نظریہ حیات کے ہر ہر پہلو کو نظری طور پر متعین اور واضح کرتی اور یہ بتاتی کہ قرآن و سنّت کے مطابق اسلام کا حقیقی اجتماعی نظام، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی طور پر کیا ہے۔ اور وہ غیر اسلامی نظاموں سے بنیادی طور پر کیسے مختلف اور عقلی طور پر کیسے بہتر ہے قطع نظر اس سے کہ موجودہ حالات میں قابل عمل ہے یا نہیں کیونکہ اس کا تعلق تطبیق سے ہے نظریئے سے نہیں اور جو بجائے خود ایک مستقل مسئلہ ہے۔ نیز یہ بھی بتاتی کہ اسلام کے حقیقی اجتماعی نظام کے عمل میں آنے اور پائیداری کے ساتھ قائم رہنے کے لئے جس طرح کے ذہنی اور خارجی حالات کا موجود ہونا ضروری ہے وہ کیا اور طریقہ سے وجود میں آسکتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی بتاتی کہ اسلام کی وہ حکمت عملی اور حکیمانہ پالیسی کیا ہے جو اس نے ناموافق حالات میں عبوری لائحہ عمل کے لئے تجویز کی اور مسلمان معاشروں کو اس کی اجازت دی ہے کہ وہ ناموافق عبوری حالات میں اس حکمت عملی کو ملحوظ رکھ کے اپنے لئے عبوری لائحہ ہائے عمل بنا سکتے ہیں۔

بہرحال میرا یہ پختہ خیال ہے کہ جب تک اسلامی نظریہ حیات کے متعلق یہ نظری و علمی کام نہ کیا جائے گا ہم خواہش کے باوجود اپنے موجودہ معاشرتی، معاشی، سیاسی اور ثقافتی ڈھانچے کو اسلام کے مطابق تبدیل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں گے۔ غیر اسلامی کو اسلامی اور اسلامی کو غیر اسلامی سمجھتے رہیں گے۔ اور ہماری بہت سی کوششیں بیکار اور رائیگاں جائیں گی۔ اور نتیجۃً ہم گھاٹے میں رہیں گے۔ لہذا مذکورہ علمی و نظری کام اولین فرصت میں اور پوری توجہ و احتیاط کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے۔

آخر میں میں یہ عرض کروں گا کہ ماضی کے طویل تاریخی پس منظر کے نتیجے میں آج ہمارے معاشرے کی جو اعتقادی۔ ایمانی۔ اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی صورت حال ہے اس میں اسلام کا حقیقی اجتماعی نظام پہلے تو پوری طرح عمل میں آہی نہیں سکتا اور اگر کسی طرح عمل میں آجائے تو پائیداری کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ اس کے لئے جس طرح کا ذہنی اور خارجی ماحول ضروری اور ناگزیر ہے بدقسمتی سے موجود نہیں لہذا جب تک وہ خاص طرح کا ذہنی و خارجی ماحول وجود میں نہیں آجاتا اس عبوری دور میں ہم اسلامی حکمت عملی کے تحت اپنے لئے عبوری لائحہ عمل بنا سکتے اور ان کے مطابق اپنی عملی زندگی کی گاڑی چلا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم اجتماعی طور پر یہ طے کر لیں کہ ہم نے بالآخر اسلام کے حقیقی اجتماعی نظام کو اپنانا اور کامل طور پر اختیار کرنا ہے کیونکہ عبوری لائحہ عمل کی اجازت اور رعایت صرف ایسے مسلم معاشرے کے لئے ہے جس نے اسلام کے حقیقی اجتماعی نظام کو اپنانے اور اختیار کر لینے کا قطعی فیصلہ کر لیا ہو اور اس کے لئے سنجیدگی کے ساتھ وہ ماحول پیدا کرنے کی کوشش بھی شروع کر دی ہو جو اسلام کے حقیقی اجتماعی نظام کے عمل میں آنے کے لئے ضروری ہے۔ عبوری لائحہ عمل کے متعلق اسلام کی حکمت عملی یہ ہے کہ اس کے بنانے میں دو چیزوں کا پورا لحاظ رکھا جائے ایک یہ کہ وہ معاشرے کے موجودہ حالات میں قابل عمل ہو اس کے نفاذ سے مخالف ردعمل کا اندیشہ نہ ہو جس کا ضرر ہمیشہ حاصل شدہ فائدے سے زیادہ ہوا کرتا ہے۔ دوسری چیز یہ کہ وہ حقیقی لائحہ عمل کے قریب تر ہو۔ اور اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں موجود ظلم و فساد میں کچھ کمی ہو سکتی اور قدم اصل منزل کی طرف بڑھ سکتا ہو اور یہ حکمت عملی اس تصور پر مبنی ہے کہ جب ناموافق و ناسازگار حالات کی وجہ سے کامل خیر و بھلائی کا حصول ممکن نہ ہو اور دو برائیوں میں سے ایک کا اختیار کرنا ضروری ہو تو اس برائی کو بادل ناخواستہ اور وقتی طور پر اختیار کر لیا جائے جو نسبتاً کم درجہ کی ہو۔

اس میں شک نہیں کہ عبوری لائحہ عمل کے تعین کا مسئلہ بڑا نازک اور پیچیدہ مسئلہ ہے جو ایسے لوگوں کے اجتماعی غور و فکر اور صلاح و مشورے ہی سے حل ہو سکتا ہے۔ جو ایک طرف معاشرے کے ذہنی و خارجی حالات پر وسیع اور گہری نظر رکھتے ہوں اور دوسری طرف اسلام کے حقیقی ضابطۂ حیات کو خوب اچھی طرح جانتے ہوں۔ نیز اس حکمت عملی سے بھی پوری طرح آگاہ ہوں جو عبوری لائحہ عمل کے لئے اسلام نے تجویز کی ہے۔ اسی طرح وہ غیر معمولی فہم و فراست اور اعلیٰ سوجھ بوجھ سے بھی آراستہ ہوں۔ اور پھر ہر عبوری لائحہ عمل کے متعلق نہایت واضح الفاظ میں یہ اعلان کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ لائحہ عمل حقیقی طور پر اسلامی نہیں اس کی بنا پر کسی کو اسلام کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہیئے اسے ہم اسلامی حکمت عملی کے تحت اپنے موجودہ حالات کی وجہ سے بادل نخواستہ اختیار کر رہے ہیں جب حالات تبدیل ہوں گے ہم اس کو چھوڑ دیں گے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا جائے کہ اسلام

کا حقیقی لائحہ عمل کیا ہے۔

یہ اعلان اس لئے ضروری ہے کہ بدقسمتی سے آج ہمارے جو ذہنی اور خارجی حالات ہیں وہ کسی طرح اطمینان بخش نہیں۔ لہٰذا ان حالات کے مطابق جو بھی لائحہ عمل تجویز ہوگا ظاہر ہے کہ وہ اطمینان بخش نہ ہوگا۔ اس کی بنا پر اسلام کے متعلق کوئی رائے قائم کی جائے گی تو یقیناً اچھی نہ ہوگی۔ مثلاً آج ہم معاشی شعبے سے متعلق جو بھی قابل عمل قسم کا لائحہ عمل تجویز کریں گے ناممکن ہے۔ کہ وہ سود و قمار اور ظلم و استحصال سے کلی طور پر پاک صاف ہو۔ اس میں ہمیں جاگیردار اور سرمایہ دار کے مفادات کا ضرور لحاظ رکھنا پڑے گا۔ اور بعض ایسے معاملات معمولی رد و بدل کے ساتھ ضرور قائم رکھنے پڑیں گے جو اگرچہ حرام و ناجائز ہیں۔ لیکن معاشرے کی بڑی اکثریت ان کو یکسر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ آج عام طور پر ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ نفع کی توقع نہ ہو تو کوئی کسی کو اپنا مال مفت برتنے کے لئے نہیں دیتا۔ اور مال کی حرص نے حلال و حرام کی تمیز ختم کر دی ہے۔ اور ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں بڑے سے بڑا مالدار بن جائے۔ اسی طرح ہمیں اس عبوری معاشی لائحہ عمل میں ان غیر مسلم اقوام و ممالک کے مفادات کا لحاظ رکھنا پڑے گا جن کی معیشت سے ہماری معیشت نتھی ہے۔ اور جن کے معاشی اور سیاسی شکنجوں میں ہم بری طرح کسے ہوئے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ تعمیر و ترقی کے منصوبوں میں ان کے تعاون کے محتاج ہیں بلکہ بعض بنیادی ضروریات کے لئے ان کے دست نگر ہیں لہٰذا اگر ہم موجودہ حالات میں ان کے مفادات کا لحاظ نہ رکھیں تو اس کے رد عمل سے ہمیں قومی طور پر شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس معاشی لائحہ عمل میں مذکورہ چیزوں کا لحاظ رکھا جائے گا وہ بہت بڑی حد تک سرمایہ دارانہ ہوگا۔ اور اس کی تازہ اور روشن مثال وہ لائحہ عمل ہے جو بلا سود بنکاری کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر اس قسم کے لائحہ ہائے عمل کو اسلام کے لیبل کے ساتھ پیش کیا جائے تو دنیا یہ سمجھنے اور کہنے میں حق بجانب ہوگی کہ اسلام کا معاشی نظام بھی بنیادی طور پر سرمایہ دارانہ نظام ہے جس سے دنیا بیزار ہو چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے عام مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے لیکن اسلام کو ضرور نقصان پہنچے گا اور ہماری نئی نسل اس سے متنفر ہو کر اشتراکیت کی طرف چلی جائے گی اور اس کے تمامتر ذمہ دار وہ مسلمان ہوں گے جو اسلام کے معاشی نظام کو غلط ترجمانی کر رہے ہیں۔ بنا بریں ضروری ہے کہ ایسے لائحہ ہائے عمل کے متعلق واضح طور پر اعلان ہو کہ یہ اسلامی نہیں۔ اس اعلان کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمان اس عبوری لائحہ عمل کے ساتھ چمٹ کر نہ رہ جائیں گے اور جب وقت آئے گا تو اسے بخوشی چھوڑ دیں گے اور اس سے بہتر دوسرے لائحہ عمل کو اختیار کر لیں گے۔

آخر میں پھر یہ عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مضمون کا مقصد محض اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی ہے اور اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کی کوشش ہے جو مجھ جیسے لوگوں پر اسلام کی طرف سے عائد ہوتی ہے ۔

ڈاکٹر ابوالفضل بخت روان
پی۔ایچ۔ڈی۔جامعہ بغداد

عربی کا اثر انگریزی پر

میں بغداد یونیورسٹی میں عربی زبان میں پی۔ایچ۔ڈی کر کے واپس وطن اس خیال سے آیا کہ ملک میں عربی زبان کی کچھ خدمت کر سکوں۔ لیکن اس زبان کے دشمن اب بھی کلیدی عہدوں پر فائز ہیں۔ وہ پاکستانی مسلمانوں کو اپنی دینی زبان اور ثقافت کے قریب نہیں آنے دیتے۔ یہ لوگ انگریزی زبان اور ثقافت کو فروغ دینے میں دن رات مصروف عمل ہیں۔ آج کل پبلک سکولوں کی ایسی بھرمار ہے کہ لادینی عہد میں بھی ایسی نہ تھی۔ ان سکولوں کا واحد مقصد ہمارے بچوں کو یورپ کی لادینی تہذیب کے قریب تر لانا ہے۔ دوسری طرف معدودے چند دینی مدارس ہیں جو اپنے محدود وسائل کے دائرے میں کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمان اپنے دینی ثقافتی ورثے سے ہمکنار ہو سکیں۔

مقالہ "عربی کا اثر انگریزی پر" میں میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ انگریزی زبان بھی عربی کے اثر سے باہر نہیں اور اپنے انگریزی خوان طبقے پر واضح کر دیا ہے۔ کہ عربی اتنی حقیر نہیں جتنی کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ عربی سیکھ کر دیگر زبانوں پر ہم سبقت حاصل کر سکتے ہیں۔

پاکستان کے اندر اور باہر آپکا مجلّہ کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ اس سے قارئین پہ واضح ہو جائے گا کہ امّ الالسنۃ تو صرف عربی زبان ہے۔ (ڈاکٹر ابوالفضل بخت روان)

مقدمہ :۔ عربی ایک عالمگیر اور بین الاقوامی زبان ہے۔ کسی قوم کی ترقی اور تنزّل سے اسکی زبان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یہی حال عربی کا ہے۔ جب امۃ اسلامیہ روحانی اور مادی ترقیوں کی بلندی پر تھی تو قومی اور مذہبی زبان کا یہ حال تھا کہ بچہ بچہ گلی کوچوں میں مزے لے لے کر اس کے اشعار پڑھتا تھا۔ زبان دانی کیلئے صرف و نحو کا بے انتہا ذخیرہ وجود میں آیا۔ ایک ایک معنی کیلئے چار سو تک الفاظ استعمال کئے گئے۔ اپنی اسلامی زبانیں تو درکنار

مغرب کی زبانیں بھی اس سے متاثر ہوئیں، لیکن انگریزی استعماری قوتیں جسطرح امۃ اسلامیہ کی کثیر آبادی پر مسلط ہوئیں اس طرح ہماری اسلامی زبان عربی کی بیخ کنی پر مصر ہوئیں۔ اس وقت جو عربی زبان اور اسکی ثقافت باقی ہے، وہ دینی مدارس کی برکات کی وجہ ہے۔ ہماری علاقائی زبانیں اور قومی زبان انگریزی زبان سے اتنی متاثر ہوئیں کہ ایک انگریز فخریہ طور پر لکھتا ہے کہ پاکستانی ہندوستانی زبانوں میں مشکل سے کوئی ایسی زبان ملے گی جس کے ہر جملے میں انگریزی کا کم ازکم ایک لفظ استعمال نہ ہوا ہو۔ یہ درجہ چند صدی پہلے عربی کو حاصل تھا۔ جو انگریز نے اپنی زبان کو دلایا۔ آج پاکستانی پشتو بولنے والا، افغانی پشتو کو کلیۃً سمجھنے سے قاصر ہے اور اس کے برعکس افغانی بھی، کیونکہ افغانستان کی پشتو عربی سے متاثر ہے۔ اور پاکستانی انگریزی سے۔

متذکرہ بالا عنوان کے تحت میں نے کافی کاوش ومحنت سے انگریزی کے تقریباً چار سو الفاظ عربی کے الفاظ وکلمات کے قریب بتلائے ہیں، اور ثابت کیا ہے۔ کہ معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ انگریزی کلمات معناً وشکلاً عربی مصادر و ماخذ سے مستخرج ہیں۔ ایک انگریز کا کہنا ہے کہ انگریزی کے بنیادی کلمات ایک ہزار ہیں۔ پھر تو نصف انگریزی زبان عربی زبان کی مرہون منت ہوگئی۔

آیئے! آج سے عہد کریں کہ عربی زبان کے الفاظ پھر سے قومی اور علاقائی زبانوں میں انگریزی الفاظ کی بجائے استعمال کریں۔

میں نے اپنے ایچ۔ ڈی کے مقالہ میں جو جامعہ بغداد نے چھاپا ہے۔ اور جس کا عنوان تأثیر اللغۃ العربیۃ علی اللغات الباکستانیۃ ہے۔ مذکورہ تاثر کو وضاحت کے ساتھ بیان کی ہے۔

حَدَث — کا معنی حقیر، فضول کے مقابلہ میں ABASSE انگریزی کا لفظ اسی معنی کو متضمن ہے۔

عربی کے حروف ح۔ ہ۔ ا۔ ع وغیرہ انگریزی کے A میں بدل جاتے ہیں۔

ھَبَط — کا معنی گرنا۔ ھبوط الطائرۃ۔ ہوائی جہاز کا اترنا۔ اسی کا ہم شکل وہم معنیٰ لفظ ABATE ہے۔

اَبَابَہ — ولدیت کی نسبت، باپ ہونا۔ انگریزی میں ABBOT جسکا اطلاق روحانی باپ یعنی پادری پر ہوتا ہے۔

اَبَد — ابد الاباد۔ ہمیشہ انگریزی میں ABIDE ہے۔

عَبُوسٌ — ناراض، برہم۔ انگریزی میں اسی نسبت سے ABUSE گالی کو کہتے ہیں۔

أخذ — کا معنی ہے پکڑنا۔ الزام میں پکڑنا ACCUSE ملزم اسی مناسبت سے استعمال ہوتا ہے۔

اعادۃ — کا معنی ہے دوبارہ کرنا۔ پیچھے سے اضافہ کرنا۔ اسی معنیٰ کو ADD بھی ادا کرتا ہے۔

اَدْرَس — کسی کو پڑھانا سمجھانا۔ خطبہ دینا ADDRESS بعینہ یہی معانی ہے۔

اَدْبَرَ — پیچھے مڑا۔ زوال آیا۔ ADVERT اور ADVERSAL کا یہی مفہوم ہے۔

بَرَمَ — ابرام : مضبوط کرنا، اس کا ہم معانی وہم شکل AFIRM ، FIRM۔

عَجِلَ، عجلہ — دونوں کا معنی ہے جلدی کرنا۔ ان کے مترادف AGILE - AGILITY۔

اجاج ، الأجة — گرمی کا شدت اختیار کرنا۔ جنگ میں تیز کرنا۔ AGITATE

اجراء — جاری کرنا۔ متفق ہونا۔ اسی معانی کو AGREE ادا کرتا ہے۔

اَیَّدَ اللہ — اللہ نے مدد کی۔ یَد (ہاتھ) جمع اید بمعنی مدد بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسی کا مترادف معناً و شکلاً AID ہے۔

علیل — بیمار ہونا AIL اسی کا مشابہ ہے دونوں لحاظ سے۔

اَلوٌّ — اَلاَ قسم کھایا۔ لفظ ALOES اسی کا ہم خیال ہے۔

الیف — دوست۔ طرفدار۔ ALLY وہی معنی۔

آمین — کسی بات کی تصدیق کرنا یہ لفظ ہو بہو انگریزی میں مستعمل ہے۔ انگریزی محاورہ ——

ALL GOOD AND GOD SAY AMEN (تمام اچھی باتوں کا اللہ تصدیق کرتا ہے۔)

عَنَیٰ — تکلیف دینا۔ ANNOY اس کا مترادف۔

عتیق — قدیم ANTIQUE کا یہی معانی ہے۔

عاشر — سیدھا چلنے والا۔ اس لئے اس پر تیر کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ ARROW۔

الصعود — چڑھنا ASCEND کا بھی وہی معانی ہے۔

السعی — کوشش ASSAY میں وہی مناسبت موجود ہے۔

اثاث ، اثاثۃ — دولت، ملکیت یہ یہی مفہوم ASSET میں بھی ہے۔

الشمل — شامل ہونا، اکٹھا ہونا ASSEMBLY اجتماع کو کہتے ہیں۔

الصولۃ — اچانک حملہ کرنا۔ یہی مقصد ASSAULT بھی ادا کرتا ہے۔

استحوش — وحشت زدہ ہونا۔ حیران ہونا ASTANISH کا وہی مفہوم ہے۔

بَدّ — استبداد، ظلم، برائی BAD۔ وہی معانی۔

بَلاءٌ — مصیبت، ہلاکت BALE اسی معانی کو سموئے ہوئے ہے۔

بَلقٌ — غیر آباد زمین (ارض بلقاء) BALK کا قریباً یہی معانی ہے۔

بَلْسِم — بلسم کا تیل معروف ہیں انگریزی میں BALSOM نے ادا کیا ہے۔

وَرَقَ — چھلکا۔ پوست BARK اس کا معانی بھونکنا بھی ہے۔ اور چھلکا اُتارنا بھی ہے۔
بَرمِیل — پیپہ۔ BARREL میں کوئی خاص فرق نہیں۔
بطُولۃ — بہادری۔ بطل بہادر اسی نسبت جنگ کو انگریزی میں BATTLE کہتے ہیں۔
بِئس — بُرا۔ BASE کمینے۔ بُرے شخص کو کہتے ہیں۔
بَتّ — کاٹا۔ اسی معانی کو BITE متضمن ہے۔
بَلَق — سفید سیاہ داغ لفظ BLACK اس کے قریب ترین ہے۔
بَدَن — جسم انسانی لفظ BODY اس کا ہم معنی وہم شکل ہے۔
نباتی — پودوں کے متعلق علم کو علم نباتی یا BOTNY کہتے ہیں۔
وَکَز — مکّا مارنا BOX بوکز کا بھی یہی معانی ہے۔
فریق — فرق کرنے والا۔ توڑنا BREAK وہی معانی۔
بَکَّل — بکسوہ لگانا BUCKLE اسی کا مترادف ہے۔
بَق — کھٹمل BUG (انگریزی میں G کو عربی ق۔ک۔ج سے بدلا جاتا ہے۔)
بوق — بگل BUGLE۔
بَرّ — خشکی، زمین BURRY زمین کے اندر دفن کرنا۔
بوس — بوسہ لینا BUSS اس کا ہم معانی ہے۔
البتۃ — البتہ۔ لیکن لفظ BUT اس کا قریب المعانی ہے۔
حبل — رسی۔ CABLE رسی کی شکل میں۔ ٹیلیفون۔ برقیات وغیرہ۔ کے تار جو زمین کے اندر یا سمندر میں بچھائے جاتے ہیں۔
کَعْک — کیک CAKE۔
کِلس — چونا CALCIAM۔
قال — بات کہی۔ القول بات کرنا CALL پکارنا۔
سلام — امن۔ خاموشی CALM خاموشی۔
جَمَل — اونٹ۔ CAMEL۔
قوانین — قانون کا جمع CANNON وہی مفہوم ہے۔
کافور — کافور انگریزی میں CAMPHOR کا وہی معانی۔

قب ـــ سر۔ ابھری ہوئی جگہ CAP ٹوپی انگریزی کی P عربی کی ب کے مساوی ہے۔

قابل ـــ لائق (CAPABLE)

قبض ـــ گرفتار کرنا CAPTIVE دونوں ہم معانی وہم شکل ہیں۔

قنہ ـــ نیزہ۔ اسی نسبت سے CANE بانس کو کہتے ہیں جو نیزے میں بطور دستہ مستعمل ہوتا ہے۔

قط ـــ بلّی CAT (انگریزی میں T عربی کے ط۔ ت میں تبدیل ہوتا ہے۔)

کھف ـــ غار۔ انگریزی میں CAVE (کبھی کبھی انگریزی کی V عربی کی ف میں تبدیل ہوتی ہے۔)

اقلیم ـــ ملک۔ علاقہ۔ CLINE کا وہی مقصد ہے۔

قلص ـــ جمع قلوص۔ مختلف چیزوں کو اکٹھا کرنا CLOSE بند کرنا۔

کفن ـــ کفن COFFIN میّت کا تابوت۔

قومی ـــ قوم کا COMMUNITY کا بعینہٖ وہی معانی۔

قناعہ ـــ قانع ہونا CANTENT کسی کا محتاج نہ رہنا۔

قبہ ـــ گنبد۔ سر۔ محراب۔ COPE اسی معانی کو ادا کرتا ہے۔

جرم ـــ غلطی کرنا، گناہ کرنا CRIME وہی معانی۔

غراب ـــ کوّا CROW کا وہی تشابہ

قراء ـــ زور سے پڑھنا۔ CRY چلانا۔

قشرۃ ـــ چھلکا CRUST انگریزی میں اسی مقصد کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

کوب ـــ پیالہ CUP۔

قرط ـــ دودھ کے حجم کو کم کرکے خشک کرنا۔ انگریزی میں CURT کہتے ہیں۔ اور CURD پنیر دہی کو بھی کہتے ہیں۔

قطع۔ قدّ ـــ کاٹنا۔ پھاڑنا۔ اسی مناسبت سے CUT ہے۔

دندل ـــ ہاتھوں کا ہلانا۔ DANDLE کا بھی یہی مفہوم ہے۔

ضیاء ـــ روشنی۔ دن۔ DAY (عربی کا ض انگریزی کے D کے مقابلہ میں آتا ہے۔)

کلیم ـــ بہت بحث کرنے والا DECLAIM کا بھی یہی مقصود ہے۔

دیت ـــ خون بہا DEPT قرض بدلہ۔

اندفع ـــ دور کرنا۔ DEFENCE اس کا مترادف ہے۔

داج یا داجن ــــ گھریلو جانور۔ اسی مناسبت سے DOG کتے کو کہتے ہیں۔
دَرَس ــــ بوسیدہ کپڑا۔ اسی مناسبت سے DRESS لباس کو کہتے ہیں۔
دحر ــــ دھکیلنا۔ ہانکنا DRIVE چلانا۔
دَون ــــ پیچھے یا نیچے DOWN کا معنی بھی وہی ہے۔
دراھم ــــ جمع درہم چاندی کا سکہ فی زمانہ عراقی درہم ۱/۲ روپے پاکستانی۔ انگریزی میں DRACHAM یا DRAM۔

ضَرع ــــ دودھ والے جانور سے دودھ کھینچنا۔ انگریزی میں صرف کھینچنا کے معنی DRAW ہے۔
ضرائر ــــ ضرر، مصیبت DREAR کا بھی وہی مفہوم ہے۔
دَرَف ــــ کھینچنا۔ دھکیلنا۔ DRIFT وہی معانی۔
ضَرَبَ ــــ مارنا DRUB وہی مفہوم۔
ضفار ــــ بکواس۔ بکنے والا انسان DUFFAR نفس المعانی۔
ارض ــــ زمین۔ انگریزی۔ EARTH۔
عیش ــــ آرام وسکون سے رہنا۔ EASE بھی یہی معانی ادا کرتا ہے۔
ھب ھب ــــ پانی کا آہستہ بہنا EBLE کا بھی تقریباً یہی معانی ہے۔
ابنوس ــــ آبنوس۔ EBBONY۔
الفیل ــــ ہاتھی۔ ELEPHANT (انگریزی میں "PH" ف کی آواز دیتی ہے۔)
عَلَوِیة ــــ اعلیٰ۔ بلند ELEVATE کا یہی معانی ہے۔
امات ــــ مروانا۔ (موت کے متعلق) روح سے خالی کروانا EMPTY۔
عِندَ ــــ کنارے کے معانی میں آتا ہے۔ اور پاس کے معانی میں بھی انگریزی میں کنارے یا خاتمے کیلئے END کا لفظ آتا ہے۔
نَجَعَ ــــ پھلنا پھولنا۔ خوش ہونا ENJOY لطف اندوز ہونا۔
عرّ ــــ ننگا۔ عریانی۔ ERR غلطی کرنا حقیقت سے ننگا۔
استأم ــــ کسی چیز کی قیمت لگانا۔ اشارہ کرنا ESTEEM اور ESTIMATE۔
ویل ــــ ہلاکت جو برائی پر منتج ہو EVIL برائی۔
عین ــــ آنکھ EYE۔

فوت ــــ ختم ہونا FEDE مرجھانا۔

فند ــــ ضعیف العمری کے باعث ضعیف دل ہونا FAINT کمزور ہونا۔

باط ــــ موٹا جسم FAT۔

فر ــــ خوف کی وجہ سے بھاگنا FEAR خوف۔

افک ــــ جھوٹ۔ افتراء FICTION جھوٹی روایت۔

فرثٌ ــــ گوبر۔ نجاست FIETH کوڑا کرکٹ TH عربی میں ث کی آواز دیتا ہے۔ مثلاً CATHOLIC (کاثولک)

فِلو ــــ بچھڑا۔ یہی مفہوم FILLY ادا کرتا ہے۔

فور ــــ جوش مارنا۔ آگ کے ذریعے گرم ہونا۔ FIRE۔

فلق ــــ پھاڑنا FLAKE جدا کرنا۔

فلطاح ــــ پھیلاؤ والا FLOT اسی معانی کو اپنے اندر رکھتا ہے۔

فرّ ــــ اڑنا۔ بھاگنا۔ FLY۔

بنصر ــــ دوسری انگلی۔ اسی نسبت سے انگریزی میں FINGER انگلی کو کہتے ہیں۔

فلّۃٌ ــــ لڑائی میں بھاگنا FLIGHT کا معانی بھی وہی ہے۔

برئٌ ــــ آزاد FREE آزاد۔

قریس ــــ برْدٌ قارسٌ۔ سخت سردی۔ FREEZE کا معنیٰ منجمد ہونا۔

برطع ــــ کڑھنا FRET نفس المعانی۔

فرّی ــــ کپڑے کو پوستین سے لگانا FUR کا وہی معانی ہے۔

فیور ــــ تندمزاج FURRY وہی مقصد۔

جب ــــ گڑھا۔ کنواں GAP خالی جگہ۔

جنس ــــ جنس GENUS وہی مطلب

جَرَمْ ــــ جسم اجرام فلکی (آسمانی اجسام) GERM بنیادی نرسری۔

زنجبیل ــــ سونٹھ GINGER وہی مفہوم۔

جنات ــــ جنّ کی جمع GAINT۔

جاریۃ ــــ لڑکی GIRL (جرل)

ظلوم — اندھیرا GLOOM ظلمت۔ اندھیرا۔

جلوۃ — جلا۔ روشنی۔ GLOMY روشنی۔

جاء — آیا GO (جو) آنا۔

جواد — اللہ کا ایک نام GOD سخی خدا۔

جُود — اچھا۔ فیاض۔ GOOD اچھا۔

جَرَد — تجرید کرنا، پوست نکالنا GRIND پیسنا۔ پوست نکالنا۔

غرس — اُگانا۔ GRASS اُگی ہوئی گھاس۔

جَرَدَ — ہموار زمین جرداء GROUND۔

قادۃ — لیڈر رہنما۔ GUIDE۔

جَرجَرَ — پانی چلنے کی آواز GURGLE پانی چلنے کی آواز۔

قیاس — اندازہ لگانا GUESS۔

ھلیب — سخت سرد دن HAILE ژالہ۔ اولے۔

اھلاً — خوش آمدید HALLOW آؤ۔

ھالۃ — چاند کا حلقہ HALLOW۔

عرد — سخت۔ HURD۔

حِدّت — گرمی۔ HEAT۔

حاج — باڑ۔ احاطہ۔ HEDGE۔

ارثۃ — انگیٹھی۔ HERTH چمنی۔ انگیٹھی۔

عرب — گھاس۔ HERB۔

ارث — وراثت۔ HERITAGE۔

ھین — بُرا۔ HEINOUS ھان۔ بُرا۔

حَسَفَ — سانپ کی آواز HIRS جانوروں کی ہلکی آواز۔

سطر — لکھنا۔ اساطیر کہانیاں HISTORY کہانی اور تاریخ (HISTORY) میں گہرا تناسب ہے۔

حور — سفید رنگ HOERY بالوں کا سفید ہونا۔

جزقف — ہچکی۔ HICOUGH۔

فرس — گھوڑا ۔ HORSE ۔
قرن — سینگ ۔ HORN ۔
حر — گرم HOT گرم حداد لوہار ۔
خالی — خالی HALLOW ۔
حرل — چلنے میں تیزی کرنا ۔ HURL ۔
هرع — جلدی کرنا ۔ HURRY ۔
عندیه — خیال ۔ رائے ۔ IDEA ۔
علیل — بیمار ILL بیمار ۔
استتم — نقل کرنا ۔ IMITATE ۔
اٰمن — امن محفوظ ہونا ۔ IMMUNS ذمہ داری سے بچنا ۔
النفاذ — سرایت کرنا INFUSE کا مفہوم بھی وہی ہے ۔
نقس — جمع انقاس ۔ سیاہی ۔ INK ۔
اثارۃ — دوہرا ہونا ۔ ITERATE دوہرا ہونا ۔
جھد — کوشش JADE کا بھی یہی مفہوم ہے ۔
جرۃ — گھڑا ۔ JAR مٹی کا برتن ۔
جرك — کھینچنا ۔ JERK ۔
نال — نیل ۔ پانا ۔ KNOWLEDY علم ۔ حصول علم ۔
قنف — چاقو یا تلوار سے کسی چیز کو کاٹنا ۔ KNIFE چاقو ۔
جنس — رشتہ دار ۔ قریبی ۔ KINS ۔
لك — لاکھ ۔ ارلطین LAC وہی معنی ۔
ولید — لڑکا LAD لڑکا ۔
ولیدۃ — لڑکی LADY شریف عورت ۔
لهب — شعلہ LAMP چراغ ۔
لسب — کوڑے LASH کوڑا لگانا ۔
لغۃ — زبان ۔ LANGUAGE ۔

لین — نرم LEAN نرم ۔

مریج — مَرَح — خوش MARRY ۔

میو — بلی کی آواز MEW ۔

مِلق — بچے کا ماں کا دودھ چوسنا۔ MILK دودھ ۔

مَزَج — ملانا MIX ملاوٹ ۔

انیقه — خوبصورت عورت NICE نفس المطلب ۔

عنق — گردن NECK ۔

نبل، نبالة — شرافت۔ NOBILITY ۔

اَبْصر — دیکھنے والا۔ OBSERVE بصیرت رکھنے والا۔

عبد۔ عبودیه — فرمانبرداری۔ OBEDIENT ۔

احد — ایک ODD طاق ایک سے متعلق ۔

عداوت — دشمنی۔ ODIUS دشمنی۔

عطور — خوش بوئے ODOUR خوشبو۔

فردوس — جنت PERADISE جنت فردوس۔

فاز — کامیاب۔ PASS ۔

فلفل — مرچ سیاہ۔ PEPPER ۔

بلغم — بلغم۔ PHELGM بلغم۔

باطة — کٹھالی۔ POT برتن۔

بَرِیٔ — پاک PURE خالص۔

بُس — بلی۔ PUSS ۔

ارنب — خرگوش RABBIT ۔

ربل — مجمع ROBBLE مجمع مردمان۔

رهبل — شور کرنا RABBLE شور کی وجہ سے کچھ نہ سمجھنا۔

رقعه — کپڑے وغیرہ کا ٹکڑا۔ RAG وہی معنی۔

رِيٌ — سیراب کرنا، بارش RAIN بارش۔

رَملا — تیز چلنا RAMBLE چلنا پھرنا۔

رَأسَ — سر سر پر اٹھانا RISE اٹھانا۔

رَطَ — بولنا۔ شور کرنا RATTLE چیخ کر بولنا۔

دِضیَ — تیار ہو۔ READY تیار ہونا۔

رَقَنَ — باقی ماندہ حساب پر خط کھینچنا RECKON حساب کرنا۔

ریر — موٹا تازہ ہونا REAR اٹھانا۔

ورد — سرخ رنگ کا گلاب RED سرخ رنگ۔

رَفضیَ — انکار REFUSE انکار۔

ربض، مربض — آرام دینا۔ آرام کرنے کی جگہ REPOSE آرام کرنا۔

رُز — چاول RICE چاول۔

ردَّ — رد کرنا RID دور کرنا۔

رجل — ایک سیارے کا نام RIGEL۔

حرب — جنگ۔ لوٹ مار ROB لوٹ مار۔

رفرف — رفوف — چھت۔ ROOF۔

رَاسِیَۃ — جمع رواسی۔ پہاڑ ROCK سخت چٹان۔

ربطَۃ — رباط۔ رسی۔ باندھنا ROPE رسّی۔

رھتاق — دھقان RUSTIC دہقان۔

صُدْمَۃٌ — غم۔ تکلیف۔ SAD غمگین۔

زعفران — SAFFRAN زعفران۔

صون — غلطی سے محفوظ SANE حفاظت۔

صیانیۃ — حفاظت۔ SANITY۔

صب — کسی سیال چیز کا اوپر سے گرانا۔ SAP۔

صلی — صلاۃ — دعا کرنا تابعداری کرنا SALUTE تابعداری کرنا۔

صفیر — پکھراج۔ SAPHIRE کا یہی مفہوم ہے۔

سقر۔ صقیر — کسی چیز کو جھلسوانا SCARCE وہی معانی۔

سجیل، سجل ـــ مہر لگانا SEAL کا وہی معانی۔

سعیر ـــ جلتی آگ ۔ SEAR۔

شکال ـــ زنجیر۔ ہاتھ کڑی SHACKLE زنجیر۔

ساق ـــ پنڈلی SHANK پنڈلی۔

شبیہ ـــ ہم شکل SHAPE شکل۔

شطر ـــ حصّہ۔ کنارہ۔ SHATTER کاٹ کر حصّے کرنا۔

شریف ـــ معزز آدمی (شریف مکہ) SHARIF کا وہی مقصد۔

سنا ـــ روشنی SHINE چمک SUN سورج۔

سفینہ ـــ کشتی SHIP جہاز SKIFF چھوٹی کشتی۔

سکاف ـــ موچی کا پیشہ SHOE جوتا۔

ستوط ـــ دوڑنا SHOOT دوڑنا۔ تیزی سے چلانا۔

صوت ـــ آواز SHOUT زور سے آواز نکلنا۔

صریخ ـــ چیخ و پکار SHRIEK۔

شن ـــ کسی پر حملہ کرنا۔ SHUN نفرت کرنا۔

سَقِیم ـــ بیمار SICK بیمار۔

شَاط ـــ شاطِئ کنارہ SIDE طرف کنارہ۔

سَدّ ـــ بند کرنا SHUT بند کرنا۔

سلک ـــ رسی دھاگہ SILK ریشم۔

مثالی ـــ بطور مثال SIMILIO۔

شنع ـــ بُرا کام SIN گناہ۔

سِکّ ـــ کنواں کھودنا۔ گہرا کرنا SINK ڈوبنا۔

اِستہ ـــ سیرین۔ بیٹھنے میں استعمال ہونے والا بدن کا حصّہ SIT ۔ SEAT۔

سِت ـــ چھ SIX چھ۔

سقایٔ ـــ پلانے والا بارش SKY اسی مناسبت سے آسمان کو کہتے ہیں۔

سلخ ـــ جانوروں کا چمڑا نکالنا SLAUTER ذبح کرنا۔

صلیقه ــ روٹی کا ٹکڑا SLICE وہی معانی۔
سلۃ ــ سلت کاٹنا۔ SLIT ۔
سلیطۃ ــ بد زبان عورت SLUT بدوضع عورت۔
سخّ ــ بدنما کرنا SUMUDGE بدنما کرنا۔
حقیر ــ نفرت وحقارت SNEER وہی معنی۔
سَوَفَ ــ سونگھنا SNUFF وہی معانی۔
صابون ــ SOUP صابون۔
شقیص ــ ساتھی جماعت والا SOCIETY سماج۔
صلع ــ زمین بے گیاہ SOIL ۔
سلوۃ ــ تسلی SOLACE تسلی دینا۔
صلد ــ مضبوط SOLID وہی معانی۔
عصفور ــ چڑیا SPARROW چڑیا۔
سالۃ ــ کسی چیز کا ردی حصہ STALE باسی ہوا۔
صدی ــ رکاوٹ بننا STAND کھڑا ہونا۔
سطوۃ ــ طاقت۔ حیوان کا حملہ کرنا STOUT کا وہی معنی۔
صبر ــ برداشت کرنا SUFFER برداشت۔
سلك ــ مصیبت میں چیخنا SULK وہی معانی۔
سُکر ــ شکر۔ چینی۔ SUGAR ۔
سما ــ بلندی SUMMIT چوٹی۔
سلعا ــ نگلنا SWALLOW نگلنا۔
سَفوٗ ــ دوڑنے میں تیز SOFT نرم، جس پر آسانی سے دوڑ سکے۔
تلاوۃ ــ پڑھنا۔ بیان کرنا۔ TALE کہانی TELL بیان کرنا۔
طَلَق ــ آزادی سے بولنا TELK تکلم۔
طویل ــ لمبا TALL لمبا۔
ترجمہ ــ ایک زبان کے خیال کو دوسرے میں منتقل کرنا TERGUM ترجمہ۔

تریاق ــ تریاق THERIAC تریاق۔

تقن ــ زمین کو پانی دے کر موٹا کرنا۔ THICK - THICKEN۔

دریس ــ غلے کا گاھنا THRUSH وہی معانی۔

ضفدع ــ مینڈک TOUD مینڈک۔

دَوَر ــ گھومنا۔ پھرنا۔ TOUR دورہ۔

طریق ــ راستہ TRACK راستہ۔

ترافق ــ آپس میں ساتھی ہونا۔ TRAFFIC راستے میں یا تجارت میں ساتھی ہونا۔

تراک ــ ایک وقفہ کیلئے جنگ روکنا TRUCE کا وہی معانی۔

ھرج ــ تکلیف TRUDGE کسی تکلیف کو معلوم کرنا۔

توأم ــ جوڑا۔ TWIN۔

طبع ــ چھاپنا TYPE چھاپنا۔

تارۃً ــ باری TURN باری۔

طوفان ــ طوفان TYPHOON طوفان۔

عم ــ چچا UNCLE وہی معانی۔

حرج ــ ہرج۔ اشتعال دلانا URGE اکسانا۔

عرب ــ شہری۔ URBAN شہر سے تعلق رکھنے والا۔

وادی ــ وادی۔ VALLY وادی۔

وَبَد ــ مفلس ہونا VAPIN بے روح ہونا۔

وسعۃ ــ وسیع VAST وہی معانی۔

بشع ــ برائی VICE برائی۔

وَلیم ــ چالباز VILLAN چالباز۔

ورش ــ بسیار خور VARACIOUS حریصانہ طریق سے کھانا۔

ویل ــ غم ہلاکت WAIL غم۔

وَسَط ــ کسی چیز کا درمیانی حصّہ WAIST کا یہی معانی۔

وَلَق یا ولس ــ تیزی سے چلنا WALK چلنا۔

(باقی صلا۶ پر)

از ڈاکٹر محمد حنیف پروفیسر شعبہ دینیات
اسلامیہ کالج پشاور

قسط ۲

حیات و آثار میاں محمد عمر چمکنیؒ

کشوف و کرامات | کشاف ازل نے آپ کو اسرار و حقائق کے خزانوں سے وافر حصہ عطا فرمایا[1] اگرچہ آپ کا اصل کمال کرامت معنوی ـ اتباع شریعت اور خلاف اولیٰ امور سے اجتناب تھا تاہم خداوند تعالیٰ نے تشریف و تکریم کے طور پر آپ کو کرامات حسی سے بھی نوازا۔ آپ کے ہاتھ پر بے شمار عجیب و غریب کرامات کا ظہور ہوا[2] جن کی وجہ سے آپ اقطار عالم میں بہت شہرت رکھتے تھے[3]

سلوک و تصوف میں آپ کا مقام | ولایت و عرفان میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا[4] آپ کی للہیت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور ایک موحد روحانی پیشوا اور پیر و مرشد کی حیثیت سے آپ کا مقام بہت اعلیٰ و ارفع تھا[5]

آپ کا علمی مقام | آپ ایک محقق اور متبحر عالم تھے اور خداوند رحمٰن و رحیم نے علوم ظاہری و باطنی دونوں سے بہت کچھ عنایت فرمایا تھا[6]

علم تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور مذاہب عالم کے علاوہ علم منطق میں آپ کو کافی دسترس حاصل تھی۔ آپ اپنے دور کے ممتاز مناظر تھے۔ خدائے ذوالجلال نے آپ کو بے پناہ جاہ و جلال سے نوازا تھا۔ وقت کے بڑے سے

۱۔ مناقب از دادین ص ۴۰ - ۱۸۴۷، نورالبیان ص ۷۷، ۸۰، منقبات فقیر از شمس الدین (قلمی) ص ۳، کتب خانہ پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی

۲۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں مناقب از مولانا دادین۔ مناقب از مسعود گل۔ نورالبیان از شیخ نور محمد۔ مناقب از محمد شفیق خٹک

۳۔ تہذیب الاسلام (عربی) از قاضی عرفان الدین طبع لاہور ۱۳۲۳ھ ص ۱۸۴، ۱۸۵

۴۔ المعالی ص ۱۲

۵۔ المعالی ص ۱۳۱، ۲۳۷، ۲۵۹، ۳۰۹۔ مناقب از محمد شفیق ص ۵۔ مناقب از شیخ نور محمد ص ۱۵، ۳۸، ۸۰، ۷۷۔ مناقب از مسعود گل ص ۸، ۹۵۔ دیوان عبدالعظیم بابا طبع پشاور ۱۹۵۷ء ص ۲۷۔ دیوان حافظ البوری طبع پشاور ۱۳۹۶ھ ص ۱۶۱۔ شاہنامہ احمدی (قلمی) ص ۲۳۶۔ مناقب فقیر ص ۳، ۷۔ دیوان کاظم خان شیدا (قلمی) ص ۸۰

۶۔ نورالبیان ص ۱۱-۱۳، ۴۴، ۴۹، ۵۱۔ دیباچہ لائق السمع فی تحقیق الحمد (قلمی) از صاحبزادہ احمد ۱۲۳۳ھ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور

بڑے فصیح و بلیغ عالم اور مایہ ناز مناظر بھی آپ کے سامنے ساکت رہتے۔ اور آپ کے تبحر علمی کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے[۱]

مذہبی اور رفاہی خدمات آپ نے دین اسلام کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا۔ ارشاد و ہدایت اور لوگوں کو پند و نصیحت کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے[۲] آپ کے روزمرہ کا معمول یہ تھا کہ بلا ناغہ ظہر کی نماز کے بعد اپنے باغیچہ میں مجلس ارشاد منعقد کرتے[۳] جس میں قرآن و سنّت کا بیان ہوتا۔ رات گئے تک اصلاح و ارشاد کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ دور دور سے طالبانِ حق آتے اور آپ کے بحرِ فیضان سے فیض یاب ہوتے[۴] اس کے علاوہ آپ خود بھی دعوت و تبلیغ کی خاطر دور افتادہ علاقوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح فرماتے[۵]

آپ کے آثار شاہد ہیں کہ آپ نے دینِ اسلام کی اشاعت و حفاظت کے لئے ایک منظم مہم چلائی۔ اسلام دشمن قوتوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کیا۔ اپنی روحانی قوت و اثر سے یہاں کے روحانی مردوں میں روح پھونک دی تحریر و تقریر کے ذریعے نفسانی خواہشات کے پجاریوں اور نام نہاد روحانی پیشواؤں کے باطل عقائد سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اس طرح آپ اور آپ کے پیروکاروں کی پیہم اور انتھک جدوجہد کی بدولت اس خطۂ ارض میں دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ہوئی۔ اور کافی حد تک بدعات اور مروجہ بُری رسومات کا قلع قمع ہوگیا۔

آپ ایک مدبر اور دور اندیش بزرگ تھے اور معاشرے کی ہر برائی پر کڑی نظر رکھتے۔ آپ نے نہ صرف سلوک و تصوف کا راستہ بنایا بلکہ ایک واعظ و مبلغ کی حیثیت سے اصلاح معاشرہ کی کوشش کی۔ بلکہ اخروی فوز و فلاح کے ساتھ ساتھ دنیاوی زندگی کے اہم مسائل کو حل کرنے اور رفاہِ عامہ کے کاموں پر بھی خاص توجہ دی۔

آپ کی ان مساعیٔ جمیلہ کا اثر ہے کہ آج دو صدیاں گزر جانے کے بعد بھی خلقِ خدا کی زبان پر آپ کا نام باقی ہے اور ان شاء اللہ تاقیامت باقی رہے گا

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ؛ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

سلاطین اور امراء وقت کے ساتھ روابط و تعلقات حضرت میاں صاحب چمکنی ؒ ایک صاحب جلال و

۱۔ توضیح المعانی صہ ۵۰۶ ۲، ۳۔ مناقب میاں صاحب چمکنی ؒ (قلمی) از محمد شفیق خٹک صہ ۳ کتب خانہ ریکارڈ آفس پشاور ۴۔ مناقب از مسعود گل صہ ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۲۰، ۴۲، ۴۷، ۵۵، ۵۸، ۸۴۔ نور البیان صہ ۴۷۔ مناقب از مولانا داوین صہ ۱۰۲، ۱۰۶، ۱۳۲ ۵۔ نور البیان صہ ۹۸۔ اولیاء کرام مطبوعہ پاکستان پبلیکشنز کراچی ۱۹۶۷ء صہ ۱۰۷

صاحب جمال بزرگ تھے. خداوند تعالیٰ نے آپ کو فقیری میں سلطانی عطا فرمائی تھی یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے ذی جاہ امراء وسلاطین آپ کی درگاہ میں حاضری دینا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ وقت کے جو امراء و سردار آپ کی دست بوسی کے لئے چمکنی آتے ان میں سے افغان صوفی منش حکمران حضرت احمد شاہ درانی۔ نادر شاہ افشار، تیمور شاہ درانی۔ احمد شاہ درانی کے سپہ سالار سردار جہان خان خوگیانی۔ احمد شاہ درانی کے وزیر اعظم شاہ ولی خان درانی۔ امیر لشکر سردار عبداللہ خان درانی۔ ارباب آزاد خان مہمند۔ جان محمد درانی، شہباز خان خٹک سردار فتح خان کمال زئی۔ احمد شاہ درانی کے وزیر عدلیہ اخوند فیض اللہ خان۔ سردار فیض طلب خان۔ ارباب زادہ لشکر خان۔ ارباب معزاللہ خان مہمند۔ نورالدین خان بامی زئی (حاکم کشمیر) نصراللہ خان اورک زئی۔ (رئیس پشاور) اور نور محمد خان خوگیانی (حاکم پشاور) خاص طور پر قابل ذکر ہیں[۱]

سکھائے فقر کے آداب تونے بادشاہی کو ؛ جلال قیصری بخشا جمال خانقاہی کو

آپ کی خانقاہ کی شہرت اور اثر و رسوخ | حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نہایت اہم ممتاز اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ اور اس علاقے کی سیاست اور یہاں کے مسلمانوں کی گرتی ہوئی حالت کو بحال کرنے میں آپ کو بڑا عمل دخل تھا۔ آپ نے اپنے اثر و رسوخ اور شہرت و مقبولیت کی بنا پر تمام مذہبی اور سیاسی معاملات میں بہت اہم اور تاریخی کردار ادا کیا۔ اور آپ کی خانقاہ اسلامی خانقاہی نظام کی اہم اور مضبوط کڑی تھی۔ بارہویں صدی ہجری میں سرزمین پاک و ہند میں اس کو مرکزی حیثیت حاصل تھی یہاں تک کہ جب احمد شاہ درانی (المتوفی ۱۱۸۶ھ ۱۷۷۲ء) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ) کی تحریک پر کفار ہند کے خلاف لشکر کشی پر آمادہ ہوئے تو

---

[۱] شاہان وقت اور امراء و حکام سلطنت کے ساتھ روابط و تعلقات رکھنا اصلاح احوال کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ صوفیائے کرام میں اس طریق کار کے سب سے پرزور ترجمان طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ رہے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ شریعت کی قوت و اشاعت سلاطین وقت کی اعانت و مدد کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی۔ (ملاحظہ ہو رشحات صہ ۲۷۴ - ۲۸۲ ؛ تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی طبع دہلی ۱۹۵۳ء، صہ ۱۹۱)

خواجہ عبیداللہ احرار فرمایا کرتے تھے کہ :-

اگر ہم شیخی (پیری و مریدی) کرتے تو اس زمانے میں کوئی دوسرا شیخ مرید نہ پاتا (یعنی سب کے سب ہمارے مرید بن جاتے) مگر ہم دوسرے کام پر مامور ہیں۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کو بادشاہان وقت کی وساطت سے ظلم و شر سے محفوظ رکھیں۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ان کے ساتھ میل جول رکھیں اور ان کے نفوس کو مسخر کرکے اس طرح مسلمانوں کی مطلب براری کریں (رود کوثر از شیخ محمد اکرم صہ ۱۲۷)

اس ساری مہم میں وہ اس خانقاہ سے ہدایات اور مدد حاصل کرتے رہے[۱] ۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ سیاسی مرکزیت کے نقطہ نظر سے اس خانقاہ کو ایک دارالخلافہ اور علوم و فنون کے نشر و اشاعت کے اعتبار سے ایک دارالعلوم کی حیثیت حاصل تھی ۔ اس خانقاہ کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ۳۲ ہزار جریب سے زیادہ جائیداد اس کے اخراجات کے لئے وقف تھی جس میں سے بارہ ہزار نو سو پچاس جریب ۲ کنال پونے تیرہ مرلے زمین آج بھی محکمہ اوقاف صوبہ سرحد کے تصرف میں ہے[۲] یہ تمام جائیداد آپ کے تصرف میں تھی ۔ مگر اس کی آمد فی ذاتی آسائش اور عیش و عشرت پر نہیں بلکہ مجاہدین کے جنگی ساز و سامان ۔ علماء و طلباء کی ضروریات غربا و مساکین کی خوراک و پوشاک ۔ اسلامی مدارس کی کفالت اور طالبان راہ طریقت کی مہمان نوازی پر صرف ہوتی تھی[۳] ۔

کفار کے خلاف احمد شاہ درانی کی جنگی مہمات میں آپ کے ممتاز مرید لشکر اسلامی کے ہمراہ ہوتے تھے[۴] اور پانی پت کی آخری جنگ میں تو آپ کے ساڑھے سترہ ہزار مرید مجاہدانہ شریک ہوئے[۵]

وفات | آخر کار رجب ۱۱۹۰ھ ـ ۱۷۷۶ء کو جمعرات کے دن تقریباً سو سال کی عمر میں جان، جان آفرین کے سپرد کردی ۔ اور اس طرح علم و عرفان کا یہ آفتاب عالمتاب بے شمار بندگان خدا کے تاریک سینوں کو منور کرتا ہوا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ظاہری آنکھوں سے روپوش ہو گیا[۶] انا للہ وانا الیہ راجعون

شیخ آفاق محمد عمر آں عارف حق   بود چوں مردمک دیدہ عزیز مردم
او بہ فردوس رواں شد زسرائے فانی   گشت از چشم جہاں بیں بہ آسانی گم[۷]

تصنیفات و تالیفات | خداوند تعالی نے آپ کو نہایت بابرکت زندگی عطا فرمائی تھی ۔ اگرچہ عمر کا بیشتر حصہ

---

[۱] مناقب میاں صاحب چمکنی ۔ از مولانا مسعود گل حدود ۱۲۱۲ھ صہ ۷۷،۷۶ ۔ مناقب از مولانا نور محمد قریشی (قلمی) ۱۱۹۸ھ صہ ۳۸، ۳۹ ۔ تیمور شاہ درانی ۔ از عزیز الدین وکیلی اشاعت دوم ج ۲ صہ ۶۷۸ ـ تواریخ حافظ رحمت خانی ۔ (اردو ترجمہ از روشن خان) ۱۹۷۶ء ص ۳۴۳ ۔ احمد شاہ از گنڈا سنگھ صہ ۲۸ ۔ ننگیالی پښتانہ از خان میر ہلالی صہ ۱۲۹، ۱۳۰ ۔ اولیاء کرام صہ ۱۰۲ [۲] ریکارڈ محکمہ اوقاف صوبہ سرحد پشاور ۔ میاں صاحب چمکنی از نصر اللہ خان نصر ۱۹۵۱ء [۳] نور البیان صہ ۴۱ ـ ۶۸ وخو لکنو میاں عمر صاحب (میاں صاحب چمکنی) از نصر اللہ خان نصر ۱۹۵۱ء صہ ۶۷ ـ ۶۸ ۔ روحانی تڑون ۱۸۷ ـ ۳۸۳ [۴] مناقب میاں صاحب چمکنی (قلمی پشتو منظوم) از مولانا دادین ۱۲۱۹ھ کتب خانہ مولانا یعقوب مرحوم چمکنی [۵] روحانی تڑون صہ ۵۵ ، [۶] مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین صہ ۱۶۶ [۷] یہ قطعہ تیمور شاہ درانی کے درباری منشی نے حضرت میاں صاحب چمکنی کی وفات کے موقعہ پر تحریر کیا (ملاحظہ ہو تیمور شاہ درانی از عزیز الدین وکیلی (فارسی) طبع کابل اشاعت دوم جلد دوم ۔

عبادت وریاضت، ارشاد وہدایت اور وعظ ونصیحت میں گذارا۔ اس کے باوجود علم وادب کے میدان میں بھی بڑی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ ایک کثیر التصانیف عالم تھے۔ اور مختلف علوم پر فارسی، عربی اور پشتو نظم ونثر میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ آپ کی جو کتابیں آج کل دستیاب ہیں ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:۔

توضیح المعانی (قلمی) | یہ علامہ علی بن عثمان محمد الاوشی کی مشہور تصنیف قصیدۂ امالی کی شرح ہے۔ اس کا سن تالیف ۱۱۵۰ھ ہے۔ اس میں آپ نے اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کے بیان کے ساتھ ساتھ نہایت معقول اور مدلل طریقے پر فرق باطلہ کے عقائد کا رد فرمایا ہے۔

یہ کتاب دس ابواب پر منقسم اور کل ۹۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ فارسی زبان میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کا انداز محققانہ ہے۔ اور آپ کے علمی تبحر، سوز دروں، احساسات وجذبات، اعتقادیات ونظریات، اور مذہبی جوش وجذبے کا مکمل آئینہ دار ہے۔ اس کا ایک نسخہ مولانا فضل صمدانی صاحب مرحوم کے کتب خانہ واقعہ بہانہ ماڑی پشاور شہر میں محفوظ ہے۔

شمس الہدیٰ (قلمی) | کتاب کا پورا نام "شمس الہدیٰ بدر الدجیٰ فی ذکر ایمان والدی خیر الوریٰ" ہے جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات کے موضوع پر نہایت مفصل بحث کی گئی ہے۔ کتاب کا سن تالیف ۱۱۸۳ھ ہے عربی زبان میں لکھی گئی ہے اور کل ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اس کا ایک نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

ظواہر السرائر (قلمی) | یہ کتاب فارسی میں ہے اور تاریخی لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسے ایک روزنامچہ کی حیثیت حاصل ہے اور اس میں ۱۱۱۲ھ تک آپ کی تمام مصروفیات اور سرگرمیوں کا ریکارڈ محفوظ ہے اگرچہ اس کتاب کا اصل مقصد حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ کے احوال وخوارق کو قلم بند کرنا ہے مگر ضمناً اس میں حضرت سید آدم بنوریؒ (المتوفی ۱۰۵۳ھ) سے لے کر مؤلف موصوف کے وقت تک اس علاقے کے تقریباً بڑے بڑے نقشبندی علماء واولیاء کے تبلیغی اسفار اور آپس میں ان کے تعلقات وروابط کو نہایت خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا سن تالیف ۱۱۱۲ھ ہے۔ اس کی زبان سادہ ہے۔ اور خوبی یہ ہے کہ تمام تاریخی واقعات کے ساتھ سنین کا اہتمام کیا گیا ہے[۱]۔

کتاب ایک تمہید اور تین مناظر پر منقسم اور تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے چار نسخے مندرجہ ذیل مقامات پر محفوظ ہیں:۔

---

[۱] ملاحظہ ہو توضیح المعانی ص ۷

۱۔ اورنٹیل لائبریری پنجاب یونیورسٹی لاہور (شیرانی کلکشن)
۲۔ کتب خانہ شیخ محمد محدث۔ واقع رامپور۔ انڈیا
۳۔ پشتو ادبی۔ ٹولنہ لائبریری۔ کابل۔
۴۔ کتب خانہ کرنل سید سلطان علی شاہ بنوری (ریٹائرڈ) کوہاٹ۔ یہ نسخہ ناقص الاخر ہے مگر نہایت خوشخط لکھا ہوا ہے۔

توضیح المعانی | توضیح المعانی فقہ حنفی کی مشہور کتاب علامہ کیدانی کا منظوم پشتو ترجمہ ہے اس کتاب کی اصل غرض و غایت پٹھانوں کو دینی مسائل سمجھانا اور انہیں اطاعت خداوندی کی ترغیب دلانا ہے۔ اس مقصد کے لئے اس کے آخر میں ارشاد و ہدایت کی خاطر وعظ و نصیحت پر مشتمل چند گراں قدر حکایات کا اضافہ کیا ہے نظم کی شکل مثنوی اور اس کا شعر نہایت رواں اور سادہ ہے۔ اور پند و موعظت کے مضامین کو نہایت مؤثر اور دلنشیں انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ کتاب تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے۔ اس میں آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے حالات اور اپنا شجرۂ نسب اور شجرۂ طریقت بھی قلم بند کیا ہے۔ اور خصوصاً افغانوں کے نسب نامہ کے بارے میں نہایت مفید معلومات فراہم کی ہیں۔ اس کتاب کا ایک نسخہ بہانہ مانڑی پشاور شہر کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

اللآلی علی نہج قوافی الامالی | یہ عربی زبان میں منظوم قصیدہ ہے۔ اور اس کا موضوع علم توحید ہے۔ علامہ محمد الاوشی کے قصیدہ امالی کے طرز پر مرتب کیا گیا ہے اور آپ کی تحریک اصلاح عقائد کا ایک حصہ ہے۔ چونکہ شعر نثر کے مقابلہ میں مختصر مگر جامع اور زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ اور اس کے حفظ کرنے میں آسانی بھی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس علاقہ میں مروجہ زبانوں یعنی پشتو۔ فارسی اور عربی تینوں میں شعر لکھنے کو حصول مقصد کے ذریعے کے طور پر استعمال کیا ہے۔

یہ قصیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کو شامل ہے اور بالاجمال اس میں تمام عقائد باطلہ کا رد کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ آپ کے اہم ادبی آثار میں سے ہے اور راقم الحروف کے خیال میں آپ اس علاقے کے واحد پٹھان عالم ہیں جنہوں نے اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کو منظوم عربی زبان میں پیش کرنے کی سعی جمیل فرمائی ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ جناب مولانا عبدالقدوس صاحب، سابق صدر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (قلمی) | یہ شمائل نبویؐ پر ایک مختصر کتاب ہے اور منظوم پشتو میں لکھی گئی ہے اس دور کے جید عالم و صوفی اور پختہ کار شاعر مولانا دادینؒ نے اس کے حسن و خوبی کی بہت داد دی ہے[1]

[1] مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین صہ ۱۲۵، ۱۳۷

اس کتاب کا ایک نسخہ مہابہ مانڑی پشاور شہر کے کتب خانہ میں ہے جس کا سن تالیف ۱۱۷۲ھ ۱۷۵۸ء ہے جب کہ اس کا دوسرا نسخہ عبدالحلیم اثرؔ صاحب ساکن تخت بھائی (مردان) کے پاس محفوظ ہے

د پښتنو نسب نامہ (قلمی) (پٹھانوں کا نسب نامہ)

یہ کتاب منظوم اور اس کی زبان پشتو ہے۔ اس کا موضوع علم الانساب ہے تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے اور اس میں افغان قوم کے شجرہ ہائے نسب کی تفصیلات درج ہیں۔ صولت افغانی کے مؤلف زرداد خان اور حیات افغانی کے مؤلف محمد حیات خان نے اپنی تالیفات میں اس کتاب سے استفادے کا ذکر کیا ہے[1]۔ اس کتاب کا ایک نسخہ لندن میوزیم میں موجود ہے[2]۔

نصیحت عباداللہ وامت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ رسالہ عربی زبان میں تمباکو نوشی کی حرمت پر لکھا گیا ہے اور ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۲ء میں پہلی بار مطبع کانپور اور دوسری بار ۱۳۴۷ھ میں منظور عام پریس پشاور میں چھپ چکا ہے۔ درحقیقت یہ میاں صاحب چمکنیؒ کی تصنیف نہیں بلکہ غلطی سے آپ کی جانب یہ کتاب منسوب کی گئی ہے۔ کیونکہ اول تو اس رسالہ کے آخر میں جن علماء کی مہریں اور دستخط ثبت ہیں وہ تمام بہت بعد کے زمانے کے ہیں۔ یہاں تک کہ اخوند صاحب سوات (المتوفی ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۷ء) کے خلف الرشید حضرت میاں گل صاحب کی مہر بھی اس پر موجود ہے۔ دوم یہ کہ مولف نے وجیہہ الدین العلوی الاحمد آبادی کو اپنا استاد بتایا ہے جو آپ کا استاد نہیں رہا۔ سوم یہ کہ مؤلف کتاب لکھتا ہے۔ کہ اس رسالہ کی تکمیل کے بعد ۱۰۴۷ھ ۱۶۳۷ء میں حرمین شریفین کے علماء کی جانب سے فتاوی موصول ہوتے۔ جو اس رسالہ کے ساتھ منسلک کئے گئے ہیں۔ چونکہ حضرت میاں صاحب چمکنی ۱۰۴۲ھ میں پیدا ہوتے اس لیے وثوق کے ساتھ یہ دعوٰی کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ مطبوعہ رسالہ حضرت میاں صاحب چمکنی کی تصنیف نہیں ہے[3]۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ بحیثیت ادیب وشاعر

اچھے شعر کی سحر انگیزی مسلمات میں سے ہے۔ شاعری حصول مقصد کا نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔ آپ نے اس وسیلہ اظہار کے ذریعہ بھی دینی مسائل کے سمجھانے، جستجوئے حق کی راہ میں انسانی جذبات کو ابھارنے اور صحیح رہنمائی کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اور پشتو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں اشعار کہے ہیں۔

آپ کی شاعری صوفیانہ تھی اور اس میں اطاعت وعبادت ذکر وفکر اخلاص اور زہد فی الدنیا کی تلقین موجود ہے آپ نے اپنی کتاب ظواہر السرائر میں حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ اور حضرت مولانا شیخ محمد یحییٰ کی منقبت میں

---

[1] صولت افغانی طبع حیدر آباد دکن ۱۸۷۶ء صفحہ ۳۲۹، حیات افغانی صفحہ ۱۵۸ [2] روحانی تڑون صفحہ ۱۷۱، [3] نصیحت عباداللہ صفحہ ۳، ۱۶، ۲۳

فارسی زبان میں شاہکار قصیدے قلم بند کئے ہیں۔[1]

الغرضیکہ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ ایک جامع الکمالات شخصیت تھے۔ کیونکہ آپ نہ صرف عالم تھے بلکہ عامل بھی تھے۔ پیر و مرشد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ممتاز مدرس بھی تھے۔ صاحب نظر اور صاحب لفظ ہی نہ تھے بلکہ صاحب قلم بھی تھے۔ اگر ایک طرف بہترین مبلغ تھے۔ تو دوسری طرف زبردست خطابی اور استدلالی قوت سے متصف مقرر اور مناظر بھی تھے نہ صرف مالدار تھے بلکہ خواجہ احرارؒ جیسے سخی بھی تھے۔ صادق ہونے کے ساتھ عادل بھی تھے۔ مسلمانوں پر مہربان تھے تو اہلِ باطل کے لئے سیف قاطع بھی تھے۔ اور اکلِ حلال کی نعمت سے نوازے ہوئے صدقِ مقال کی صفت سے آراستہ و پیراستہ بھی تھے۔

اولاد | حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے دو صاحب زادے تھے۔ فرزند اکبر کا نام حضرت صاحبزادہ محمدی تھا۔[2] ۱۱۰۹ھ - ۱۶۹۷ء میں چمکنی میں پیدا ہوئے۔[3] حضرت میاں صاحب چمکنی نے اپنی وفات سے پہلے القاء فیض اور اجراء سلسلہ کی خاطر ان کو اپنا جانشین و خلیفہ مقرر کیا۔[4]

صاحب زادہ موصوف صاحب تصانیف عالم، باکمال صوفی، بلند پایہ ادیب اور پشتو زبان کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ عربی زبان میں بھی شعر گوئی کی ہے اور نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ۲۸ نعتوں پر مشتمل ہے۔[5]

۱۲۲۰ھ ۱۸۰۵ء میں جام وصال نوش فرمایا موضع چمکنی میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہیں۔

حضرت میاں صاحب کے دوسرے بیٹے کا نام عبید اللہ تھا۔ عبید اللہ اور احمدی کے نام سے ملقب اور میاں گل کے نام سے مشہور تھے۔[6] ۱۱۱۶ھ میں چمکنی میں پیدا ہوئے۔[7] حضرت صاحب زادہ محمدی کی وفات کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔[8] ۱۲۳۳ھ میں وفات پائی۔ ان کا مزار حضرت میاں صاحب کے مزار کے احاطہ میں واقع ہے۔

صاحب زادہ موصوف صاحب تصانیف عالم تھے۔ فارسی عربی اور پشتو تینوں زبانوں میں کتابیں لکھیں آپ صاحب ذوق شاعر تھے۔ پشتو اور فارسی دونوں میں شعر گوئی کی ہے۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ظواہر السرائر۔ کتب خانہ کوہاٹ ص ۷، ۳۱ تا ۳۲۰ - ۴۷۴، ۴۸۶، ۲۴۳، ۲۴۴

[2] توضیح المعانی ص ۲، شمس الہدیٰ ص ۳۳ الآلی ص ۲ [3] روحانی تڑون ص ۸۱۵ [4] مناقب از مولانا داوین ص ۸۰۷۔ نور البیان ص ۷۶، ۷۷ [5] نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قلمی نسخہ عبد الحلیم اثر ساکن تخت بھائی (مردان) کے پاس محفوظ ہے۔ [6] عبرت نامہ (قلمی) از صاحب زادہ احمدی ص ۶۳۔ ریکارڈ آفس لائبریری پشاور [7] روحانی تڑون ص ۸۳۹ [8] ایضاً ص ۸۳۹ - ۸۴۱

آپ کی صاحب زادیوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ اب تک صرف ایک صاحب زادی کا نام معلوم ہو سکا ہے۔ جن کا نام زین النسار تھا جو نہایت پاک دامن اور زاہدہ خاتون تھیں۔ اور اپنے دیگر افراد خاندان کی طرح مذہبی اور علمی خدمات میں برابر کی شریک رہیں۔ آپ کاتبوں سے قرآن کریم کے نسخے لکھوا کر فی سبیل اللہ وقف کر دیتیں۔

راقم الحروف کو قرآن کریم کا ایک قلمی نسخہ ملا ہے جس کے آخر میں حسب ذیل عبارت درج ہے۔

این قرآن مجید و فرقان حمید رابعہ ثانی خدیجۂ دورانی زین النسار بنت عمدۃ المتورعین قطب الاقطاب غوث زمان حضرت میاں صاحب چمکنی حسبتہ للہ وقف کردہ ۱۲۳۱ھ

اس عبارت سے ایک طرف اگر ان کی عظمت پر روشنی پڑتی ہے تو دوسری طرف اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ زین النسا ۱۲۳۱ھ، ۱۸۱۵ء میں زندہ اور اپنی خاندانی روایات کے مطابق دینی خدمات میں سرگرم عمل تھیں۔

مزار اور سالانہ اجتماع آپ کا مزار موضع چمکنی میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مزار کی عمارت پختہ ہے اور تاریخ پشاور نے حضرت صاحبزادہ محمدی کو اس کا بانی بتایا ہے۔

ہر سال رجب کے پہلے ہفتے میں بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو ایک تقریب منعقد ہوا کرتی ہے اس موقعہ پر علاقہ کے مشہور و معروف علمار کرام کو مدعو کر کے اس باکمال صوفی عالم کی حیات اور تعلیمات و ارشادات سے لوگوں کو روشناس کرایا جاتا ہے۔

بقیہ عربی زبان

فنا ـــ زائل ہونا WANE گھٹنا۔

مطر ـــ بارش WATER پانی۔

وضو ـــ وضو کرنا۔ چہرہ دھونا WASH دھونا۔

ورع ـــ دل کا کمزور ہونا WEAR کمزور ہونا۔

وُدّ ـــ محبت کرنا WET گیلا کرنا۔

حنطۃ ـــ گندم WHEAT گندم۔

شَھوۃ ـــ خواہش WISH چاہت۔

ویبۃ ـــ غم WOE مصیبت۔ غم۔

عود ـــ لکڑی WOOD وہی معانی۔

وار ـــ کسی کو مصیبت میں ڈالنا WORRY پریشان کرنا۔

زیغ ـــ کجی ZIGZAG پیچیدہ راستہ۔

حمس ـــ بہادری۔ بہادر۔ غیور ZEALOUS۔

تغیّر کی دنیا میں
رُوح افزا کو دوام حاصل ہے
رُوح افزا جیسے سچّے مشروب کی تخلیق میں طویل تجربہ،
فنی مہارت اور طبّی علم و دانش کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس کی کوالٹی بھی
اسی مہارت سے قائم و دائم رکھی جاتی ہے۔
بے شک ذائقہ، تاثیر اور رنگ میں کوئی مشروب
رُوح افزا کا ثانی نہیں۔
مشروبات میں سرِفہرست
رُوح افزا
ہمدرد

Adarts 1/81
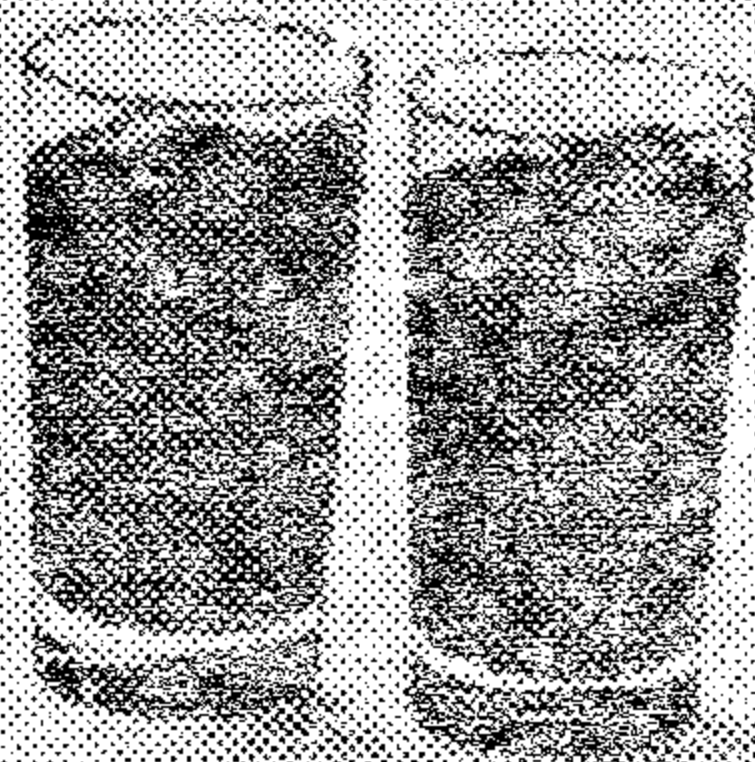
ANOTHER TWINKLING
ADDITION IN THE GALAXY
OF STAR FABRICS

AND IT'S ·SANFORIZED·

- BLENDED FABRICS
- CREASE RESISTANT
- WASH-N-WEAR
- MERCERISED

makers of the finest poplins

STM-1/79

Crescent Communications International

افکار واخبار

قارئین الحق

- شام کی کمیونسٹ میں علماء کا قتل عام
- مصائب نبوی ؐ
- اور اب شراب کی باری آئی
- اعجاز قرآن
- انگریزی اخبار کی اسلام دشمنی

محترمی. السلام علیکم۔

علماء کا فرض ہے اسلام کی حفاظت کرنا۔ آپ ہی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ہر زمانے میں علماء کرام نے اس دین کے لئے جانی و مالی قربانیاں دیں۔ جیسے سعید بن جبیر، عبداللہ بن مبارک، العز بن عبدالسلام رضی اللہ عنہما وغیرہ

علماء ہی ایسے لوگ ہیں جن کے سامنے ظالم سے ظالم انسان بھی سر جھکا دیتے ہیں۔ سوائے کفار اور یہود کے۔ فرمان الٰہی بھی یہی ہے کہ علماء اور اولیاء اللہ کے خلاف جانا دراصل اللہ سے بغاوت ہے۔ لیکن غیر مسلم نصیری فرقے سے تعلق رکھنے والے شامی حکام، اسرائیلیوں کی طرح مسلمانوں پر خصوصاً اور علماء کرام پر عموماً بے پناہ مظالم توڑ رہے ہیں۔ بہت سے علماء ان کے لرزہ خیز مظالم کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو چکے ہیں۔ اور اب بھی ان کی بڑی تعداد ان مصائب میں مبتلا ہے۔

علماء کے ساتھ غیر مسلم شامی حکام کے اذیت سوز مظالم کی ایک ہلکی سی جھلک ذیل کے واقعات میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۱۔ دمشق | جون ۱۹۸۰ء میں شیخ علاؤالدین بن الشیخ احمد کو شہید کر دیا گیا۔ جب کہ ان کے بھائی چند روز قبل ہی شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت کے بعد ان کے والدین اور دیگر بہن بھائی جیل میں اذیت ناک زندگی گذار رہے ہیں۔

۲۔ حلب | ۲۸ر جون ۱۹۸۰ء کو ایک ہی دن کے اندر مندرجہ ذیل چار علماء کو جیل میں شہید کر دیا گیا۔

۱۔ شیخ حسن حاج ابراہیم ۔ ۲۔ شیخ محمد خیر زیتونی ۔ ۳۔ شیخ محمد عثمان جمال ۔ ۴۔ عبدالرؤف محمد۔ اس شہر میں جامع عبدالرحمٰن کے امام شیخ موفق پرجیۃ اور خطیب الجمعہ کو حکام نے امامت کرنے سے منع کر دیا۔ جب انہوں نے حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تو حکومت نے انہیں اور ان کے ساتھی ۷۔ افراد کو بھی قتل کر دیا۔

الشیخ احمد الفیصل بے پناہ جسمانی اذیتوں کے سبب رمضان ۱۴۰۰ھ میں شہادت پاگئے۔ اور ان کی لاش ان کے گھر کے سامنے پھینک دی گئی۔

۳۔ حمص | الشیخ فاضل زکور کو جولائی ۱۹۷۹ء میں تشدد کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا۔

اسی طرح شیخ اسماعیل السباعی نماز فجر کے وقت (نومبر ۱۹۸۰ء) شہید کر دئے گئے۔

اسلازقیہ | الشیخ الدکتور محمود جو لحہ جنہوں نے جامع الازہر سے شرح اسلامی میں اعلیٰ ترین سند حاصل کی تھی انہیں جون ۱۹۸۰ء میں خفیہ پولیس نے حراست میں لیا اور دوسرے دن ان کی لاش راستے میں پائی گئی۔

باقیاس | الشیخ عبدالستار الجروط کو خفیہ پولیس نے اغوا کیا۔ اور شیخ الدکتور کی طرح انہیں بھی اپنے اذیت ناک تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ اور ان کی لاش بھی راستے میں پھینک دی۔

ادلب | الشیخ سلیم الجامقی جو الشنور کی مسجد میں امام تھے انہوں نے غیر مسلم نصیری حکمرانوں کے خلاف اعلان جہاد کیا اور اس راہ میں شہادت پائی۔

سرمدا | الشیخ ابن الشیخ انہوں نے بھی جہاد کا اعلان کیا اور شہید ہو گئے۔

حصاۃ | الشیخ محمود مشفقہ جنہیں اگست ۱۹۷۹ء میں خفیہ پولیس کے ایک رکن نے مسجد کے اندر خنجر مار مار کر شہید کر دیا۔

شیخ علی خیر اللہ جن کی عمر ۸۰ سال تھی اور دل کے مریض تھے اگست ۱۹۷۹ء میں ناقابل برداشت جسمانی تکالیف جھیلتے ہوئے شہادت پا گئے۔

ہم مسلمانوں کی غفلت سے آج جب کہ شام میں ایک اقلیتی غیر مسلم فرقہ (نصیری) اقتدار پر قابض ہو چکا ہے۔ اور علماء کرام نے اس طبقے کے خلاف اعلان جہاد کر دیا ہے۔ چنانچہ شام کے گوشے گوشے میں اس وقت شامی حکومت کی عوام سے جنگ جاری ہے۔

اس جہاد کی قیادت چونکہ علماء کرام فرما رہے ہیں لہذا روس کی تربیت یافتہ خفیہ پولیس کا اولین نشانہ بھی یہی حضرات بن رہے ہیں ان کی بیشتر تعداد شہادت پا چکی ہے۔ یا ملک سے باہر چلی گئی ہے۔ لیکن حکومت کے ایجنٹ بیرونی ممالک میں بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور موقع پاتے ہی قتل کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل شام کی تقریباً ساری مسجدیں ویران پڑی ہیں اور کوئی امامت کرانے والا موجود نہیں۔

چنانچہ ہم آپ علماء اسلام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ صرف اپنے ملک کے عوام کو ایسے فرقوں کی سازشوں سے باخبر رکھیں۔ بلکہ اسلام کی جو تحریک ملک شام میں حکومت کے خلاف چل رہی ہے اس کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں اور مجاہدین جنہوں نے اپنا جان و مال سب کچھ اللہ کی خاطر داؤ پر لگا دیا ہے ان کی اخلاقی اور مالی طور پر مدد فرمائیں تاکہ وہ اور مستحکم ہو سکیں۔

مصائب نبویؐ | محترمی، سلام ورحمۃ۔ جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے۔ اعدائے حق کے ہاتھوں تمام انبیاء و رسل میں سے کوئی اتنا اور ایسے نہیں ستایا گیا جتنا اور جیسے حضورؐ ستائے گئے۔ لیکن حیرت و افسوس یہ ہے کہ گذشتہ چودہ سو سال میں اگرچہ دنیا بھر کی زبانوں میں حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر حتی المقدرت سب ہی کچھ لکھا گیا لیکن آج تک کسی زبان میں کسی کی کوئی ایسی تالیف شائع نہیں ہوئی جو مخصوص طور پر صرف اور محض حضورؐ کی مظلومیت پر ہو۔

جس سے دنیا کو یہ معلوم ہو کہ آج روئے زمین کے گوشے گوشے میں جو تقریباً ایک ارب کلمہ گو پھیلے ہوئے ہیں۔ اس ملت کو قائم اور اس امت کو بپا کرنے کے لئے حضور ﷺ نے زندگی بھر کیسے کیسے دکھ جھیلے اور کیا کیا جسمانی و ذہنی اذیتیں جھیلی تھیں۔ جن کے مقابلہ میں افسانہ کربلا کے مفروضہ مظالم بھی ہیچ ہیں۔ کیا آپ کے دارالعلوم میں "الحق" کے قارئین میں یا ملک بھر میں کوئی ایسا صاحب علم و قلم نہیں ہے جو ایک ایسی کتاب "مصائب نبوی ﷺ" کے عنوان سے تالیف کر سکے جو آیات قرآنی معتبر احادیث نبوی ﷺ اور مستند آثار صحابہؓ کے عربی متن، اردو تراجم اور ماخذ کے حوالہ جات پر مشتمل ہو۔

اگر مناسب سمجھیں تو میری طرف سے اس دعوت الی الخیر کو "الحق" کے ذریعہ عام فرما دیں۔ شاید خدا کسی کو اپنے حبیب ﷺ کی اس قلمی خدمت کی توفیق دے۔ دعا گو و دعا جو خسروی۔ ناظم آباد۔ کراچی

اور اب شراب کی باری آئی | آپ کی توجہ ۲۸ رہ کے "جنگ" (کراچی) کے صفحہ اول پر شائع شدہ شرعی عدالت کے فیصلہ کی خبر پر مبذول کراتا ہوں جس کی رو سے اس اسلامی مملکت میں ۶۰ - ۷۰ لاکھ ہندوؤں، سکھوں، پارسیوں، یہودیوں عیسائیوں، بہائیوں، ذکریوں اور قادیانیوں کو شراب پینے، کشید کرنے، درآمد کرنے، ذخیرہ کرنے، نقل و حمل کرنے یا کسی کو بھی فروخت کرنے سے شرعاً نہیں روکا جا سکتا۔ اس نام نہاد شرعی عدالت کے چار قاضیوں میں ایک (شیعہ) قاضی کا فیصلہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے لئے بھی ہر قسم کی شراب مباح ہے سوائے انگوری کے اور وہ بھی اگر بحد سکر پی جائے۔

اس سے قبل شرعی عدالت رجم کو خلاف شرع قرار دے چکی ہے۔ اب شراب کے متعلق یہ فیصلہ ہوا ہے کیونکہ خمر اور میسر دونوں "اجتنبوا" کے تحت آتے ہیں۔ لہذا شراب کی اباحت کے ساتھ جوا بھی مباح ہو گیا۔ مذکورہ بالا قاضی نے اپنے فیصلہ میں اجتناب و تحریم کا فرق بتایا ہے۔

اگر ایسے ہی شرعی عدالتوں کے ایسے ہی قاضیوں کے ذریعے اسلامی قوانین کا اجرا ہونا ہے تو اب زنا اور اغلام کی اباحت کے لئے فتوے میں بھی دیر نہیں۔ اغلام کے متعلق تو قرآن میں کوئی تعزیر ہے ہی نہیں۔ دراصل یہ فتنہ انکار حدیث کے نتائج ہیں جسے تمسک بالقرآن کا پرفریب نام دے دیا گیا ہے۔ اس کے پس پشت جو اندرونی اور بیرونی دماغ سرگرم ہیں ان سے آپ واقف ہی ہیں۔

مزید برآں یہ کہ ماہرین قانون سے مشورہ کریں کہ آیا کسی مروجہ (ملکی یا شرعی) یا موجودہ کٹے پھٹے آئین کے تحت ایسے لوگوں کو مسند قضا کے لئے نااہل قرار دلوانے کے لئے عدالتی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے؟ اگر ۲۵ فیصد بھی امکان ہے تو فوراً کسی نہ کسی طرف سے استغاثہ دائر کرا دیں۔ اگر آپ حضرات صرف خامہ فرسائی ہی کو جہاد سمجھتے رہے تو رفتہ رفتہ تمام اسلامی قوانین دیوانی و فوجداری کی دھجیاں بکھر جائیں گی۔ پھر آپ چودہ سو سال میں مدون فقہی کتابوں کو عجائب خانہ میں رکھا دیکھئے گا۔ برا نہ مانئے گا میرا دل جل رہا ہے اور جو کچھ مزید ہونے والا ہے وہ نظر آ رہا ہے۔

(دعا جو و دعا گو، خسروی۔ ناظم آباد، کراچی)

اعجاز قرآن | امریکہ کی تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہوئے ایک عجیب بات سامنے آئی۔ خانہ جنگی کے دوران الاباما یونیورسٹی کی لائبریری میں صرف ایک کتاب جل جانے سے محفوظ رہی — قرآن مجید!

اس کو کتاب اللہ کے اعجاز کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے۔

(مراسلہ نگار نے مذکورہ تاریخ کا انگریزی اقتباسات اور اس کی فوٹوسٹیٹ کاپی بھی ارسال کی ہے)

حبیب اللہ خٹک اسسٹنٹ کمشنر ریاست سوات

ہمارے انگریزی اخبارات کی اسلام دشمنی | اس بات کا آپ کو بخوبی علم ہوگا کہ پچھلے کچھ عرصہ سے انگریزی اخبار جن میں ڈان انگریزی اور کسی حد تک " مارننگ نیوز" قابل ذکر ہیں۔ ہر ایسی بات کو نمایاں جگہ دیتے اور پروپیگنڈہ کرتے ہیں جو اسلام کے منافی ہو یا اسلام کی جڑوں پر ضرب کاری اس بات سے پڑتی ہو۔ اس ضمن میں آپ کی توجہ ڈان کے ماہ اپریل کے ۶ تاریخ - ۱۳، ۲۰، ۲۷ - اور مئی کی پانچ تاریخ کے شماروں میں ایک مضمون عورتوں کے صفحہ پر بعنوان " قرآن میں عورتوں کا مقام اور حقوق" محترمہ ریحانہ فردوس کا شائع ہوا ہے۔ کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اسے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ دین کے خلاف کیا کچھ اگلا جارہا ہے۔ میرے خیال میں اس کا جواب نہ دینے سے معاشرے پر برا اثر پڑے گا۔ نیز اوروں کو بھی اس جانب خامہ فرسائی کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ (اے۔ ایس نوی والا)

الحق :۔ فاضل مراسلہ نگار نے اس کے بعد عمر احمد عثمانی صاحب اور ان کی حالیہ شائع کردہ کتاب فقہ القرآن کے بارہ میں دریافت کیا ہے تو اطلاعاً عرض ہے کہ مؤلف کتاب مشہور منکر حدیث ہیں۔ ان کے تمام مقالات اور کتابوں سے اہلِ اسلام اجتناب کریں۔

دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز

شفیق فاروقی

وزارت مذہبی امور کا تعزیت نامہ | چند ماہ قبل دارالعلوم کے ایک ہونہار طالب علم مولوی محمد حنیف وزیرستانی شریک دورۂ حدیث شریف دارالعلوم کے سامنے سڑک کراس کرتے ہوئے ایکسیڈنٹ میں شہید ہو گئے تھے۔ اس سانحہ پہ پاکستان کی وفاقی وزارت مذہبی امور کے معزز سیکرٹری نے حسب ذیل تعزیتی گرامی نامہ بنام مولانا سمیع الحق ارسال کیا ہے۔ جوابی خط میں مولانا نے ایک دینی طالب علم کی وفات پر سیکرٹری صاحب موصوف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا کہ اعلیٰ حلقوں میں دینی طلبہ اور اہل دین کی قدر و منزلت کا احساس ایک خوشگوار تبدیلی ہے اور وہ نوجوان طلبہ اس اعزاز و امتنان کے اصل مستحق ہیں جن کی جوانیاں دین کے لئے وقف ہیں۔ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین۔ تعزیت نامہ یہ ہے :-

۸۱-۴-۲۵ حوالہ نمبر ۲۲۱/ڈی ڈی جی/آر آر/۸۱

اظہار تعزیت

مکرم و محترم۔ السلام علیکم

آپ کے دارالعلوم کے ہونہار و دیندار طالب علم محمد حنیف وزیرستانی مرحوم کی وفات حسرت آیات کی اطلاع پاکر صدمہ ہوا۔ سب سے زیادہ دکھ اس بات سے ہوا کہ مرحوم ایک تیز رفتار کار کی زد میں آکر جاں بحق ہوئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ طالب علم کی موت شہادت ہے۔ یقیناً علم دین کے طالب علم کی وفات اور وہ بھی ایک حادثے میں، نہایت اندوہناک ہے۔ میری دعا ہے کہ رب العزت مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند منصب سے نوازے اور مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اللہم اغفرلہ وارحمہ آمین

شریک غم

ع ا امتیازی

(عرفان احمد امتیازی) سیکرٹری
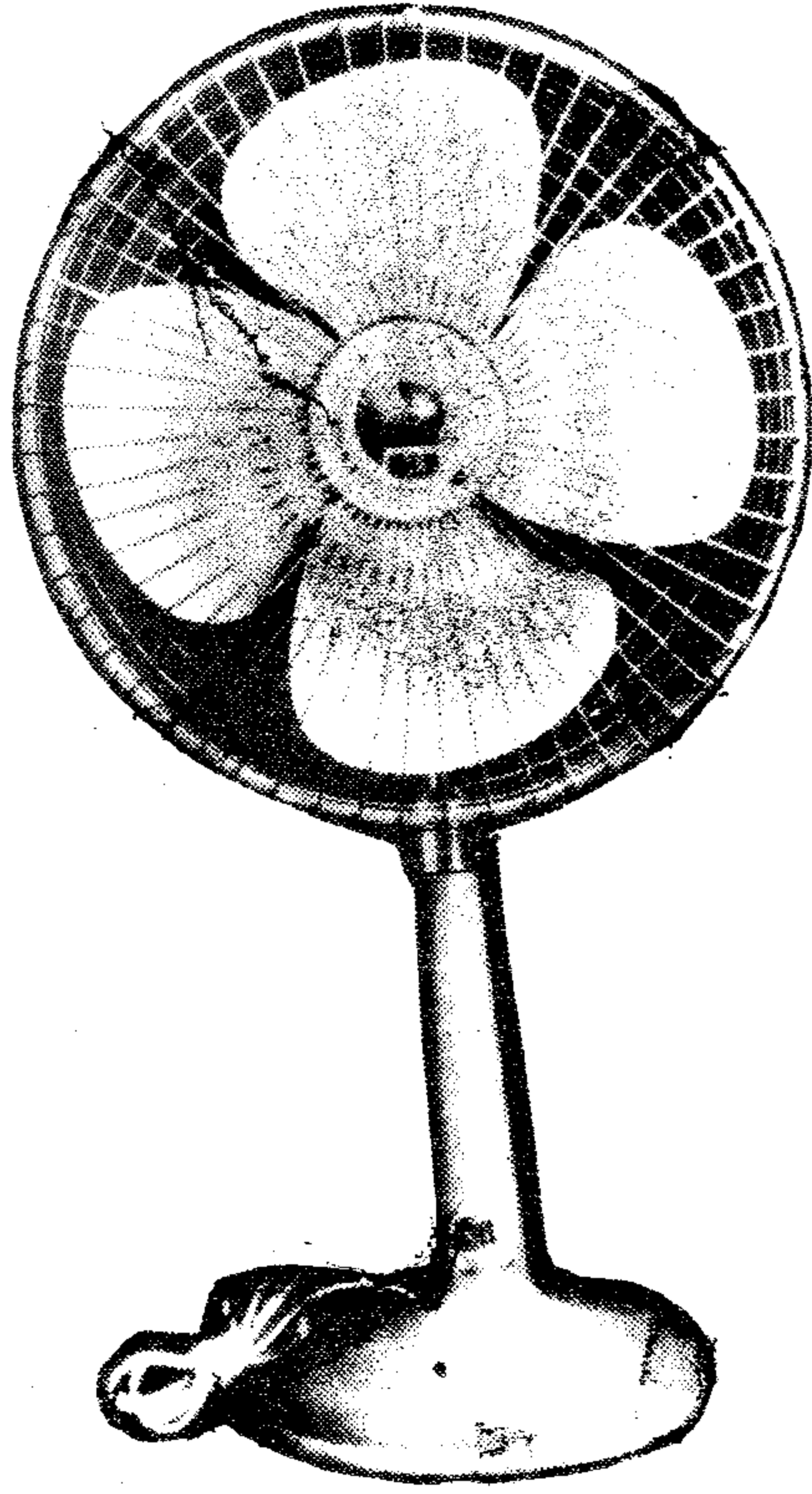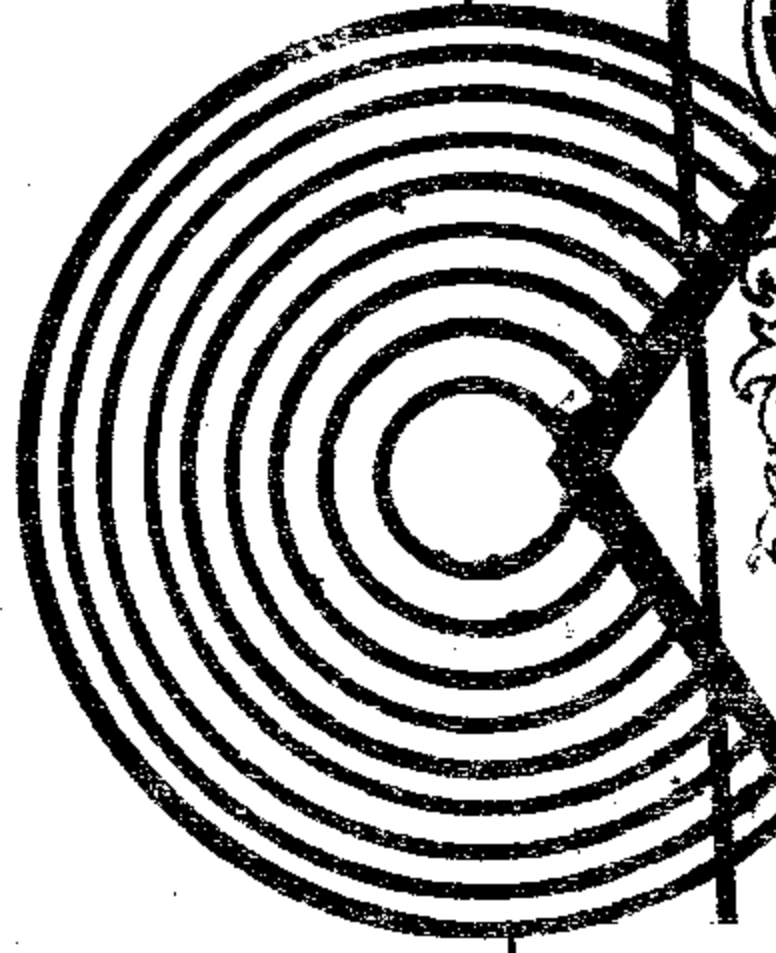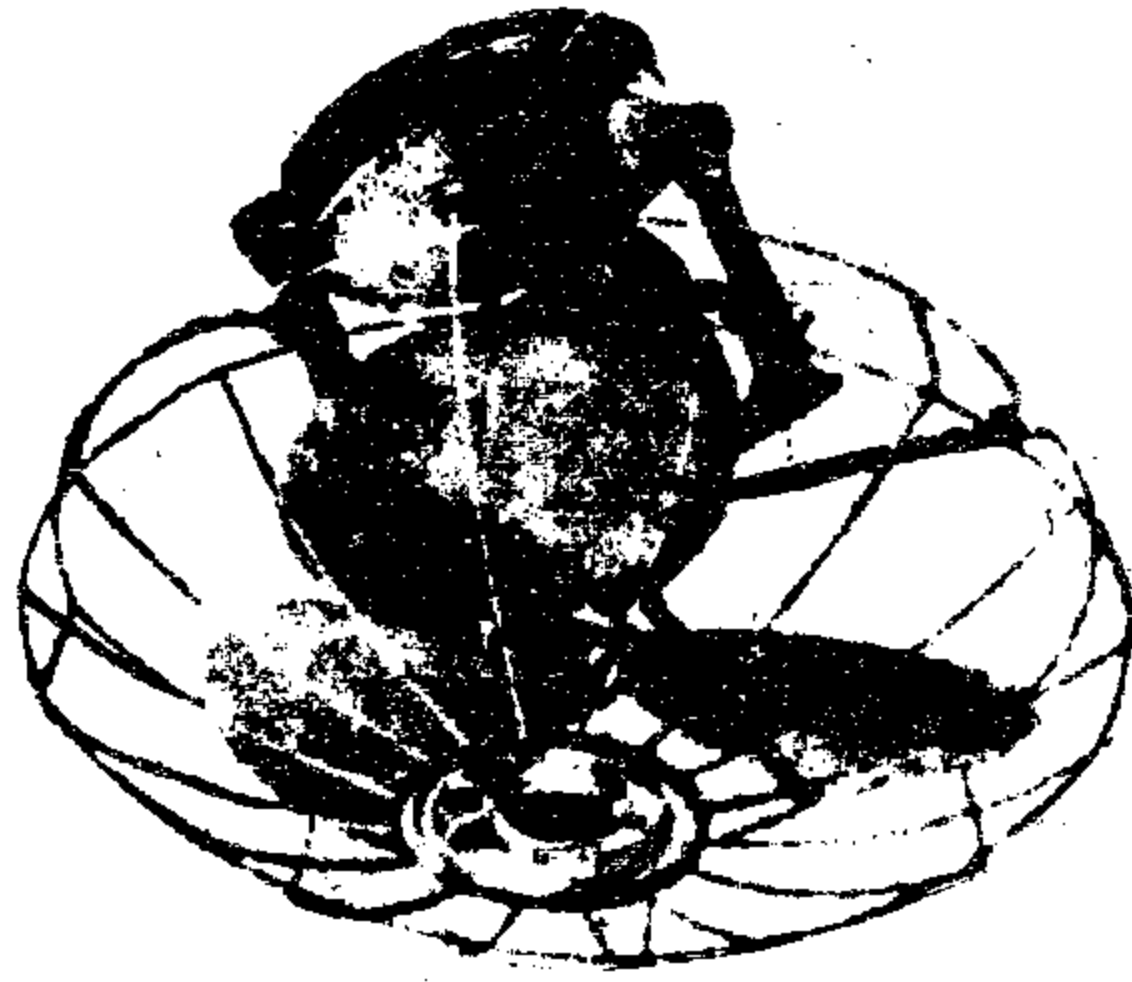
نیلام عام

ٹاؤن کمیٹی اکوڑہ خٹک ضلع پشاور اپنی مندرجہ ذیل ٹھیکہ جات برائے سال ۸۲-۱۹۸۱ء میعادی از یکم جولائی ۱۹۸۱ء تا ۳۰ جون ۱۹۸۲ء بذریعہ عام بولی نیلام کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا خواہشمند حضرات مقررہ تاریخ اور وقت پر دفتر ٹاؤن کمیٹی اکوڑہ خٹک میں تشریف لا کر بولی میں حصہ لے سکتے ہیں۔ شرائط ٹھیکہ جات دفتری اوقات میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

تفصیل ٹھیکہ جات

نمبر شمار	نام ٹھیکہ	زرضمانت	تاریخ نیلامی اور وقت
۱۔	آمدن محصول چونگی بمعہ راہداری فیس	15,000/-	21 5/81 بوقت ۹ بجے صبح
۲۔	منڈی مال مویشیاں	15,000/-	21 5/81 بوقت ۱۰ بجے صبح
۳۔	سلاٹر ہاؤس فیس	200/-	23 5/81 بوقت ۹ بجے صبح
۴۔	کوڑا کرکٹ (خاکشورہ)	200/-	23 5/81 بوقت ۱۰ بجے صبح

المشتہر۔ جان محمد خان خٹک — چیئرمین ٹاؤن کمیٹی اکوڑہ خٹک

اعلان داخلہ

دورۂ تفسیر

قاسم العلوم لاہور

حضرت شیخ التفسیر امام العصر مولانا **احمد علی** لاہوریؒ قدس سرہٗ نصف صدی تک جس شمع کو روشن کرتے رہے، اب ان کے صدقہ جاریہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور میں حسب معمول امسال بھی انشاءاللہ العزیز جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا **عبیداللہ انور** دامت برکاتہم العالیہ

* شعبان اور رمضان میں دورۂ تفسیر پڑھائیں گے۔
* داخلہ ۲۵ رجب سے جاری ہے
* طلباء کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات کا مدرسہ کفیل ہوگا۔
* داخلے کے خواہشمند طلباء خود یا بذریعہ خط زیر دستخطی سے رابطہ کریں۔

چوہدری بشیر احمد چوہان

ناظم مدرسہ قاسم العلوم

شیرانوالہ گیٹ۔ لاہور